

## اسن شدائیں دے دیں

### حرف اول

2 اسلام مکمل دین ہے، ضابطہ حیات نہیں.....؟ حافظ عاطف وحید

### بیان القرآن

5 سورۃ البقرۃ (۶۰ آیات) ڈاکٹر اسرار احمد

### فهم القرآن

17 ترجمہ قرآن مجید، مع صرفی و نحوی تشرع لطف الرحمن خان

### علوم قرآنی

30 فہم قرآن میں شانِ نزول کی اہمیت نعیم احمد خان

### حکمت نبوی ﷺ

37 حقيقة مسلم پروفیسر محمد یوسف جنوبی

### اللتزام جماعت

41 جماعت سازی کی ضرورت اور اس کی بنیادیں قاری یحییٰ اشرف عبدالغفار

### فکر و نظر

60 نزول علیٰ بن مریم (علیہ السلام) حافظ محمد زبیر

### اسلامی معاشرت

اسلام: حافظ ناموسِ زن

### نگاہ واپسیں

81 اشاریہ ماہنامہ حکمت قرآن 2004-07 محمد شاہد حنفی

وَمِنْ حِيَّةِ الْحَكْمَةِ فَقُدُّلُ اُولُو  
خَيْرٍ كَثِيرًا

(البقرة: ٢٦٩)



ڈیجیٹل کتابیں اور ملکیت ادارہ

حافظ عاطف خان

اب رضا حاجی خاں محمد حسین

احمد علی خاں

حافظ عاطف و حیدر حافظ علی خاں

پروفسر حافظ نذر احمد بھٹی - پروفسر عزیز بن جیون

جلد ۲۲ ذوالقعدہ / ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ - دسمبر ۲۰۰۷ء شمارہ ۱۲

لے کر مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36 کے اول ٹاکن لاہور۔ فون: 92-36

[publications@tanzeem.org](mailto:publications@tanzeem.org)

ویب سائٹ: [www.tanzeem.org](http://www.tanzeem.org)

سالانہ زیر تعادون: 100 روپے فی شمارہ: 10 روپے

انڈیا: 700 روپے۔ ایشیا یورپ افریقہ: 1100 روپے۔ امریکہ، یونیون آئرلینڈ: 1400 روپے

اس شمارے کی قیمت 20 روپے

## اسلام مکمل دین ہے، ضابطہ حیات نہیں.....؟

پاکستان کے موجودہ دستوری اور آئینی سیٹ اپ میں اسلامی نظریاتی کو نسل وہ واحد ادارہ ہے جس کا کام ہی یہ ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے۔ تاریخی طور پر اس ادارے کی اہمیت سنہ ۱۹۳۹ء میں پاکستان کی دستور ساز آسٹبل نے ”قرارداد مقاصد“ منظور کی ۱۹۵۶ء کے آئین میں تمہید کے طور پر شامل کی گئی۔ بعد ازاں ۱۹۸۵ء میں اس قرارداد کو آئین کے آرٹیکل ۲(الف) کے طور پر دستور کا باقاعدہ حصہ بنادیا گیا اور بعدهم تعالیٰ یہ آرٹیکل ۲ا حال دستور پاکستان کا لازمی حصہ ہے۔ قرارداد مقاصد کا مندرجہ ذیل اقتباس اس آرٹیکل کی اہمیت اور غرض و غایبیت کا غافل ہے:

”چونکہ اللہ بارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جواہر احتیار و افتدار اُس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا وہ ایک مقدم امانت ہے۔ چونکہ پاکستان کے جمہور کی منتظر ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں مملکت اپنے اختیار و افتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے؛ جس میں جمہور یہت آزادی، سعادت، رواہداری اور عدلی عربانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریع کی ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی خلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک و سنت میں ان کا تھیں کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔“

دستور پاکستان کے مندرجہ بالا اقتباس کا ایک ایک لفظ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آئینی طور پر پاکستان کے جمہور اسلام کو ایک مکمل دین، بمعنی ضابطہ حیات مانتے ہیں..... ایک ایسا ضابطہ حیات، جس کا دائرہ انفرادی معاملات تک ہی نہیں اجتنامیات انسانی کو بھی جیتھے ہے..... جس کے قوانین اور ضابطے اُنہیں اور جو جمہور یہ اسلامی پاکستان کے آئین اور دستور میں اہم ترین حیثیت کے مالک ہیں۔ اسی لیے ۱۹۷۳ء کے دستور میں آرٹیکل ۲۲ (L) میں اعلان کیا گیا ہے کہ:

”تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جس کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام جو والدیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا

جو نہ کوہہ احکام کے منافی ہو۔“

یہ دستور پاکستان کی مตذکرہ بالا دفعات کی اہمیت ہی کا مظہر ہے کہ ان دفعات کو دستور میں صرف ”درخ“ ہی نہیں کیا گیا بلکہ انہیں عملی محل دینے کے لیے ۱۹۶۲ء کے دستور میں آرنسنکل ۱۹۹۹ کے تحت اسلامی نظریہ کی مشاورتی کو نسل کی تخلیل کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ لہذا آرنسنکل (۲۰۰۳ء) میں اس کو نسل کے مندرجہ ذیل فرائض منصی بھی اہتمام کے ساتھ ملے کیے گئے:

”مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو ایسی سفارشات کرنا جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں ہر لمحاظ سے اسلامی نظریات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل نایا جائے اور دستور کی پہلی ترمیم کے قانون ۱۹۶۳ء کے نافذ ہونے سے فوراً پہلے تمام قوانین کا جائزہ لینا، تاکہ انہیں قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق بنایا جائے۔“

دستور کے آرنسنکل ۲۰۰۸ء میں مندرجہ بالا اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی نظریاتی کو نسل کی باقاعدہ تخلیل کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

”یومِ آغاز سے تو ہے دن کی ددت کے اندر ایک اسلامی نظریاتی کو نسل تخلیل دی جائے گی جس کا اس حصے میں بلور اسلامی کو نسل حوالہ دیا گیا ہے۔“

آرنسنکل ۲۰۰۸ء میں اس کو نسل کے مندرجہ ذیل فرائض منصی بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسلامیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لمحاظ سے اسلام کے اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور امداد ملے جن کا قرآن پاک اور سنت میں تعمیں کیا گیا ہے۔

(۲) کسی ایوان، کسی صوبائی اسلامی، صدر یا کسی گورنر کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جس میں کو نسل سے اس بابت رجوع کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں؟

(۳) ایسی تدابیر کی جن سے نافذ اعمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، نیز ان مراحل کی جن سے گزر کر جو لہ مداری کا نفاذ اعمل میں لا تاچا ہے۔ سفارش کرنا اور

(۴) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسلامیوں کی رہنمائی کے لیے اسلام کے ایسے احکام کی موزوں ملک میں تدوین کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جائے۔

دستور پاکستان کے متنزکرہ بالا آرنسنکل اور اقتباسات انتہائی واضح، ملک اور self explanatory ہیں۔ قرارداد مقاصد کی دستوری حیثیت مسلم ہے اور اس ضمن میں اسلامی نظریاتی کو نسل کی حیثیت بھی غیر متنازع ہے۔ البتہ موجودہ نومبر ۲۰۰۷ء کے نوابے وقت میں چھپنے والا ایک

انہرو یوں جو مبینہ طور پر اسلامی نظریاتی کو نسل کے موجودہ سر برہ جتاب پر ویسرا؛ اکثر خالد مسعود کی طرف منسوب ہے اپنے مندرجات کے اعتبار سے ن صرف انہیاً ممتاز ہے بلکہ آئین اور دستور کی اور پیش کردہ تصریحات کی روشنی میں خلافی آئین اور خلافی دستور افکار کا آئینہ دار بھی ہے۔

فضل چیز میں اسلامی نظریاتی کو نسل نے اپنے اس انہرو یوں میں یہ افکار پیش کیے ہیں کہ اسلام مکمل دین تو ہے، ضابطہ حیات نہیں ہے یہ مولا نام مودودی کی فلسفتی..... اسلام میں چہرے کا پرداہ ہے نہ سر کا، یہ محض معاشرتی روانج ہے..... حجاب صرف نبی ﷺ کی ازواج کے لیے تھا..... حدود اللہ کا کوئی تصور قرآن میں موجود نہیں ہے، یہ تصور فقہاء حضرات کا ہے کہ تخصوص سات جرام کو حدود اللہ کہا جائے..... دغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔

ہم چیز میں اسلامی نظریاتی کو نسل سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنے ان افکار کو اپنی ذات کے لیے بے شک پسند فرمائیں اور ان کا جو چاہی کریں، لیکن جس منصب پر آپ فائز ہیں اس کے کچھ آئینی دستوری اور اخلاقی تقاضے بھی ہیں، جس میں کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ اس منصب کو دستور اور آئین کی پیش کردہ تصریحات کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔ مزید برآں اس انہرو یوں کی اشاعت کے بعد ان پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ صراحت فرمائیں کہ دستور کے آرٹیکلز ۲۰۳، ۲۲۸، ۲۲۹ اور ۲۳۰ میں پیش کردہ تصور اسلام جس میں اسلامی احکام قوانین اور ضابطے بطور ایک ضابطہ حیات پیش کیے گئے ہیں، درست ہے یادہ تصور اسلام جس کا اعلیٰ انسوں نے اپنے انہرو یوں میں کیا ہے؟ اس لیے کہ اس وضاحت کی غیر موجودگی میں اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ آج کے ارباب حل و عقد نے پاکستان کے دستور میں شامل ایسی دفعات کو غیر مؤثر بنانے کے لیے جو کسی بھی طور پر اس مملکتب خداداد میں اسلامی قوانین کے نفاذ میں مدد و معاون ہو سکتی ہیں، ایک پلانک کے تحت موجودہ اسلامی نظریاتی کو نسل میں ایسے دانشور اور مفکرین کو لا بھایا ہے جو نام نہاد روشن خیالی بلکہ آزاد خیالی میں ان کے ہمواری نہیں مدد و معاون بھی ہیں۔ ۵۰

قارئین نوٹ فرمائیں کہ اپنی اشاعت کے ستائیسوں سال (2008ء) سے حکمت قرآن ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ اور

اب یہ ماہنامہ کے بجائے سہ ماہی مجلے کی صورت میں شائع ہو گا۔ قیمت فی شمارہ 30 روپے اور سالانہ زیرتعاون 120 روپے ہو گا۔

## اطلاع

برائے قارئین

# سُورَةُ الْبَقْرَةِ

آيات ٢٣٢ تا ٢٣٧

﴿وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَعْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْصُلُوهُنَّ إِنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْ بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْأَخِرِ ذَلِكُمْ أَرْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أُولَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَمَّ الرَّضَاعَةُ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْفُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالدَّهُ يُوَلِّهَا وَلَا مَوْلُودُ لَهُ يُوَلِّهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَفْسَلَ عَنْ تَرَاضِيْنَهُمَا وَتَشَاءُرِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرِضُوا أُولَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَمْتُمْ مَا أَتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَتَقْوَا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَنْدِرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصُنَّ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ خَطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْتَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنْكُمْ سَتَذَكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا

مَعْرُوفٌ وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ  
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَأَحْدَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ  
غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ  
أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدْرَهُ وَعَلَى  
الْمُقْتَرِ قَدْرَهُ مَنَاعَهُ بِالْمَعْرُوفِ حَقًا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٤﴾ وَإِنْ  
طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَيُصْفِ  
مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا إِلَيْهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ وَإِنْ  
تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تُنْسِوْا الْفَضْلَ بَيْنُكُمْ إِنَّ اللَّهَ يَمْا  
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٥﴾

**آیت ۲۲۸** «وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَا يَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ  
أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ» اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے  
دو پھر وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو مت آڑے آؤ اس میں کہ وہ عورتیں پھر نکاح کر لیں  
اپنے سابق ازواج سے جبکہ وہ آپس میں رضا مند ہو جائیں بھلے طریقے پر۔

جو عورت طلاق پا کر اپنی عدت پوری کر چکی ہو وہ آزاد ہے کہ جہاں چاہے اپنی پسند سے  
نکاح کر لے۔ اس کے ارادے میں طلاق دینے والے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو  
کوئی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک یادو طلاق دی اور  
عدت کے دوران رجوع نہیں کیا تو اب عدت کے بعد عورت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو  
اسی شوہر سے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ آیت ۲۲۸ کے ذیل میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان  
ہو چکی ہے کہ ایک یادو طلاق کی صورت میں شوہر کو عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل ہے۔  
لیکن اگر عدت پوری ہو گئی تو اب یہ طلاق رجعی نہیں رہی، طلاقی باہن ہو گئی۔ اب شوہر اور بیوی کا  
جور شستہ تھا وہ ٹوٹ گیا۔ اب اگر یہ رشتہ پھر سے جوڑنا ہے تو دوبارہ نکاح کرنا ہو گا اور اس میں  
عورت کی مرضی کو دخل ہے۔ عدت کے اندر اندر رجوع کی صورت میں عورت کی مرضی کو دخل  
نہیں ہے۔ لیکن عدت کے بعد اب عورت کو اختیار ہے وہ چاہے تو اسی سابق شوہر سے نکاح  
ثانی کر لے اور چاہے تو اپنی مرضی سے کسی اور شخص سے نکاح کر لے۔ البتہ طلاق مغلظاً (تیری

طلاق) کے بعد جب تک اس عورت کا نکاح کسی اور مرد سے نہ ہو جائے اور وہ بھی اسے طلاق نہ دے دے۔ سابق شوہر کے ساتھ اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ طلاقی بائن کے بعد اگر وہی عورت اور وہی مرد پھر سے نکاح کرنا چاہیں تو اب کسی کو اس میں آڑنے نہیں آنا چاہیے۔ عام طور پر عورت کے قریبی رشتہ دار اس میں رکاوٹ بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے پہلے بھی تمہیں ستایا تھا، اب تم پھر اسی سے نکاح کرنا چاہتی ہو، ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

**﴿ذِلِكَ يُوعظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُوْمٌ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾** ”یہ وہ چیز ہے جس کی نصیحت کی جا رہی ہے تم میں سے اُس کو جو واقعتاً ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یوم آخرت پر۔“

جن کے اندر ایمان ہی نہیں ہے ان کے لیے تو یہ ساری نصیحت گویا بھیں کے آگے بین بجا تا ہے جس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

**﴿ذِلِكُمْ أَزْكِلُكُمْ وَأَطْهَرُكُمْ﴾** ”یہی طریقہ تمہارے لیے زیادہ پاک اور زیادہ عمدہ ہے۔“

**﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَإِنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾** ”اور اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔“

لبذا تم اپنی عقل کو مقدم نہ رکھو بلکہ اللہ کے احکام کو مقدم رکھو۔ مرد اور عورت دونوں کا خالق وہی ہے، اسے مرد بھی عزیز ہے اور عورت بھی عزیز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((الْعَلْقُ عَيَّالُ اللَّهِ))<sup>(۱)</sup> یعنی تمام مخلوق اللہ کے کتنے کی مانند ہے۔ لبذا اللہ کو توہران انسان محبوب ہے، خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ انسان اُس کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا علم بھی کامل ہے، وہ جانتا ہے کہ عورت کے کیا حقوق ہونے چاہئیں اور مرد کے کیا ہونے چاہئیں۔

**آیت ۲۳۳** **﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرِضِّعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾** ”اور ما میں اپنی اولاد کو دو دھپلائیں پورے دو سال،“

**﴿لَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتَّمَ الرَّضَاعَةُ﴾** ”اس شخص کے لیے جو مدتِ رضاعت پوری

(۱) رواہ البیهقی فی شعب الایمان والہیشمی فی مجمع الزوائد عن عبد اللہ بن مسعود و عن انس بن مالک۔ استنادہ ضعیف۔

کرنا چاہتا ہو۔“

اگر طلاق دینے والا شوہر یہ چاہتا ہے کہ مطلق عورت اُس کے بچے کو دودھ پلانے اور رضاuat کی مدت پوری کرے تو دوسال تک وہ عورت اس ذمہ داری سے انکار نہیں کر سکتی۔

**﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾** ”اور بچے والے کے ذمہ ہے بچوں کی ماڈل کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق۔“

اس مدت میں بچے کے باپ پر مطلق کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری ہے جسے ہم نان نفقہ کہتے ہیں، اس لیے کہ قانوناً اولاد شوہر کی ہے۔ اس سلسلے میں دستور کا لامظہ رکھنا ہو گا۔ یعنی مرد کی حیثیت اور عورت کی ضروریات کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ مرد کروڑ پی ہو لیکن وہ مطلق یہوی کو اپنی خادماوں کی طرح کا نان نفقہ دینا چاہے۔  
**﴿لَا تُكَلِّفْ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾** ”کسی پر ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی مگر اس کی وسعت کے مطابق۔“

**﴿لَا تُضَارَّ وَإِلَهٌ بِوَلَدِهِ﴾** ”نہ تو تکلیف پہنچائی جائے کسی والدہ کو اپنے بچے کی وجہ سے۔“

**﴿وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ﴾** ”اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اُس کے بچے کی وجہ سے۔“

یعنی دونوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے، جیسا کہ حدیث نبوی ہے: ((لَا ضَرَرَ وَلَا ضَرَارٌ))<sup>(۲)</sup> یعنی نہ تو نقصان پہنچانا ہے اور نہ ہی نقصان انھانا ہے۔

**﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾** ”اور وارث پر بھی اسی طرح کی ذمہ داری ہے۔“

اگر بچے کا باپ فوت ہو جائے تو بچے کو دودھ پلانے والی مطلق عورت کا نان نفقہ مر جنم کے وارثوں کے ذمے رہے گا۔

**﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضِيْمِهِمَا وَتَشَاءُرِ﴾** ”پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑالیں (دو برس کے اندر ہی) باہمی رضا مندی اور صلاح سے۔“

(۲) مسند احمد۔ وسنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بحارة عن عبادة بن الصامت و عن ابن عباس رضی اللہ عنہم۔ قال النبوی فی الاربعین: حدیث حسن۔

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ”تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔“  
 ﴿وَإِنْ أَرَدْتُمْ آنَ تَسْتَرِضُّعُوا أَوْلَادَكُمْ﴾ ”اور اگر تم اپنے بچوں کو کسی اور سے  
 دودھ پلوانا چاہو،“

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ ”تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں،“  
 اگر بچے کا باپ یا اس کے درثاء بچے کی والدہ کی جگہ کسی اور عورت سے بچے کو دودھ  
 پلوانا چاہتے ہوں تو بھی کوئی حرج نہیں، انہیں اس کی اجازت ہے، بشرطیکہ .....  
 ﴿إِذَا سَلَمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”جب کہ تم (بچے کی ماں کو) وہ سب  
 کچھ دے دو جس کا کہ تم نے دینا ٹھہرایا تھا و ستور کے موافق۔“

یہ نہ ہو کہ نان نفقہ بچانے کے لیے اب تم مدت رضاعت کے درمیان بچے کی ماں کے  
 بجائے کسی اور عورت سے اس لیے دودھ پلوانے لگو کہ اسے معاوضہ کم دینا پڑے گا۔ اگر تم کسی  
 دایہ وغیرہ سے دودھ پلوانا چاہتے ہو تو پہلے بچہ کی ماں کو بھلے طریقے پر وہ سب کچھ ادا کر دو جو تم  
 نے طے کیا تھا۔

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ”اور اللہ کا تقویٰ  
 اختیار کرو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔“

**آیت ۲۲۸** ﴿وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ ”اور جو تم میں سے وفات پا  
 جائیں اور یویاں چھوڑ جائیں،“

﴿يَتَرَبَّصُنَ بِأَنفُسِهِنَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرَانَ﴾ ”تو وہ عورتیں رو کے رکھیں  
 اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک۔“

قبل ازیں آیت ۲۲۸ میں مطلقہ عورت کی عدت تین حیض بیان ہوئی ہے۔ یہاں یوہ  
 عورتوں کی عدت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ شوہر کی وفات کے چار ماہ دس دن بعد تک اپنے  
 آپ کو شادی سے رو کے رکھیں۔

﴿فَإِذَا بَلَغُنَ أَجْلَهُنَ﴾ ”پس جب وہ اپنی اس مدت تک پہنچ جائیں (یعنی عدت  
 گزار لیں)،“

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”تو تم پر کوئی

گناہ نہیں ہے اس معاملے میں جو کچھ وہ اپنے بارے میں دستور کے مطابق کریں۔“  
عدت گزار چکنے کے بعد وہ آزاد ہیں جہاں مناسب صحیں نکاح کر سکتی ہیں۔ اب تم  
انہیں روکنا چاہو کہ ہماری ناک کٹ جائے گی یہ یہو ہو کر صبر سے بیٹھیں تکی اس سے رہانیں  
گیا اس طرح کی باتیں بالکل غلط ہیں اب تمہارا کوئی اختیار نہیں کہ تم انہیں روکو۔  
﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَيِّرٌ﴾ ”اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے  
باخبر ہے۔“

**آیت ۲۳۵** ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ حِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَتْتُمْ فِي  
أَنْفُسِكُمْ﴾ ”اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اس میں کہ کنایہ و اشارہ میں ظاہر کر دو ان  
عورتوں سے پیغام نکاح یا پوشیدہ رکھا بنے دلوں میں۔“

کسی عورت کا عدت کے دوران نکاح تو نہیں ہو سکتا نہ ہی اسے واضح طور پر پیغام نکاح  
دیا جاسکتا ہے، البتہ اشارے کنائے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مجھے اس میں دلچسپی ہے۔ یا  
پھر یہ بات اپنے دل ہی میں پوشیدہ رکھی جائے اور عدت ختم ہونے کا انتظار کیا جائے۔

﴿عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذَكُّرُونَ﴾ ”اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے“  
آخر تھیں ان کا خیال تو آئے گا کہ یہ عورت یہو ہو گئی ہے اب میں اس سے شادی کر سکتا  
ہوں۔ کوئی آدمی یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ یہ جو میرے دل میں یہو کے بارے میں خیال آرہا ہے  
اور اس سے نکاح کی رغبت پیدا ہو رہی ہے تو شاید میں گناہ کار ہو گیا ہوں۔ یہاں اطمینان دلایا  
جار ہا ہے کہ ایسے خیال کا آنا گناہ نہیں ہے یہ قانون فطرت ہے۔

﴿وَلِكُنْ لَا تُؤَاخِدُوهُنَّ سِرًا﴾ ”لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چپ کر“  
ایسا نہ ہو کہ خفیہ ہی خفیہ نکاح کی بات کی ہو جائے۔  
﴿إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ ”سوائے اس کے کہ کوئی بات کہہ دو معروف  
طریقے سے۔“

بس کوئی ایسی معروف بات کہہ سکتے ہو جس سے انہیں اشارہ مل جائے۔  
﴿وَلَا تَغْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يُلْعَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ﴾ ”اور مت باندھو گرہ  
نکاح کی جب تک کہ قانون شریعت اپنی مدت کو نہ پہنچ جائے۔“

یعنی اللہ کی مقرر کردہ عدت جب تک پوری نہ ہو جائے۔ یہاں کتاب سے مراد قانون شریعت ہے۔ کتاب اللہ میں یہود کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی، اس کا پورا ہونا ضروری ہے اس سے پہلے ناک نہیں ہو سکتا۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ﴾ "اور جان رکھو کہ اللہ خوب جاتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، بیس اس سے ڈرتے رہو،" اُس کی پکڑ سے بچنے کی کوشش کرو۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ "اور یہ بھی جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔"

اللہ غفور ہے بخشنے والا ہے، کوئی خطاب ہو گئی ہے تو استغفار کرو، توبہ کرو اللہ معاف فرمائے گا۔ اور وہ حليم ہے، تحمل کرنے والا ہے، فوراً نہیں پکڑتا، بلکہ ذمیل دیتا ہے، مہلت دیتا ہے کہ اگر چاہو تو تم توبہ کرلو۔

**آیت ۲۳۱** ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم ایسی یو یوں کو طلاق دے دو جن کو نہ تو تم نے ابھی چھوڑا ہو اور نہ ان کے لیے مہر مقرر کیا ہو۔"

اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو اس حال میں طلاق دینا چاہے کہ نہ تو اس کے ساتھ خلوت صحیح کی نوبت آئی ہو اور نہ ہی اس کے لیے مہر مقرر کیا گیا ہو تو وہ دے سکتا ہے۔

﴿وَمَتَعُوهُنَّ﴾ "اور ان کو کچھ خرچ دو۔"

اس صورت میں اگر چہ مہر کی ادائیگی لازم نہیں ہے، لیکن مرد کو چاہیے کہ وہ اسے کچھ نہ کچھ مال و متأثر دینیوں کپڑے وغیرہ دے والا کر فارغ کرے۔

﴿عَلَى الْمُؤْسِعِ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدْرَهُ﴾ "صاحب وسعت پر اپنی حیثیت کے مطابق ضروری ہے اور تنگ دست پر اپنی حیثیت کے مطابق۔"

جو وسعت والا ہے، غنی ہے، جس کو کشاورش حاصل ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرے اور جو تنگ دست ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق۔

﴿مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ﴾ "جو خرچ کر قاعدہ کے موافق ہے۔"

یہ ساز و سامان دنیا جو ہے یہ بھی بھلے انداز میں دیا جائے ایسا نہ ہو کہ جیسے خیرات دی جا رہی ہو۔

﴿حَقًا عَلَى الْمُحْسِنِينَ﴾ ”حق ہے محسین پر۔“

یکی کرنے والے بھلے لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ایک ذمہ داری ہے۔

آیت ۲۳۷ ﴿وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ ”اور اگر تم عورتوں کو طلاق دوان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور تم مہر اچکے تھے ان کے لیے ایک متعین مہر۔“

﴿فِيَضْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ ”تو جو مہر تم نے ٹلے کیا قاب اُس کا آدھا ادا کرنا لازم ہے۔“

اس صورت میں مقرر شدہ مہر کا آدھا تو تمہیں دینا ہی دینا ہے۔

﴿إِلَآ أَنْ يَعْفُونَ﴾ ”إِلَآ یہ کہ وہ معاف کر دیں۔“

یعنی کوئی عورت خود کہے کہ مجھے آدھا بھی نہیں چاہیے یا کوئی کہے کہ مجھے چوتھائی دے دیجیے۔

﴿أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بَيْدَهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ ”یا وہ شخص درگز سے کام لے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔“

اور یہ گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے وہ اسے کھول سکتا ہے۔ عورت از خود طلاق دے نہیں سکتی۔ لہذا مردوں کے لیے ترغیب ہے کہ وہ اس معاملے میں فراخ دلی سے کام لیں۔

﴿وَإِنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ ”اور یہ کہ تم مرد درگز رکرو تو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔“

﴿وَلَا تُنْسِوَا الْفُضْلَ يَنْكُمْ﴾ ”اور اپنے مابین احسان کرنا مت بھلا دو۔“ اس کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے کہ: ”اور تمہارے درمیان ایک کو دوسرا سے پر جو فضیلت ہے اس کو مت بھلو۔“ یعنی اللہ نے جو فضیلت تم مردوں کو عورتوں پر دی ہے اس کو مت بھلو۔ چنانچہ تمہارا طرزِ عمل بھی ایسا ہونا چاہیے کہ تم اپنے بڑے ہونے کے حساب سے ان کے ساتھ

نرمی کرو اور ان کو زیادہ دو۔ تم نے ان کا جتنا بھی مہر مقرر کیا تھا وہ نصف کے بجائے پورا دے دو اور انہیں معروف طریقے سے عزت و تکریم کے ساتھ رخصت کرو۔

﴿إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ ”یقیناً جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔“

## آیات ۲۳۸ تا ۲۳۲

﴿لَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلُوةِ الْوُسْطَىٰ وَقُوْمُوا لِلَّهِ فِتْنَيْنِ ﴾  
 فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكَبَانًا فَإِذَا أَمْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَمْتُمْ  
 مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۸﴾ وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَنْدَرُونَ أَزْوَاجًا  
 وَصَيْهَةً لِازْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا  
 جُنَاحٌ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ  
 حَكِيمٌ ﴿۲۳۹﴾ وَلِلْمُطَلَّقَتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَفَّا عَلَى الْمُتَقِيْنَ ﴿۲۴۰﴾  
 كَذَلِكَ يَسِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَيْهَهُ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۴۱﴾

آیت ۲۳۸ (﴿لَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلُوةِ الْوُسْطَىٰ﴾) ”حافظت کرو تمام نمازوں کی اور خاص طور پر نیچ والی نماز کی۔“

یہ جو بار بار آرہا ہے کہ جان لو اللہ ہر شے کا جانے والا ہے جان رکھو کہ اللہ تھا رے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کی نگاہ میں ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے تو اس سب کو قلب و ذہن میں مستحضر رکھنے کے لیے تمہیں نیچ وقت نمازوں کی گئی ہے کہ اس کی نگہداشت کرو۔ دنیا کے کار و بار سے نکلو اور اللہ کے حضور حاضر ہو کر اس سے کیا ہو اعتمدت اڑا کرو۔ حفیظ کا ایک شعر ہے:-

سرکشی نے کر دیے وہندے نقوش بندگی  
 آؤ سجدے میں گریں لوح جیسی تازہ کریں!

”صلوٰۃ وسٹی“ (نیچ والی نماز) کے بارے میں بہت سے اتوال ہیں، لیکن عام طور پر اس سے مراد عصر کی نمازی جاتی ہے۔ اس لیے کوئی دن میں دونمازوں نیچ اور ظہر اس سے پہلے ہیں اور

دوہی نماز میں مغرب اور عشاء اس کے بعد میں ہیں۔

﴿وَقُومُوا لِلّهِ قَنِيْتُمْ﴾ "اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے پورے ادب کے ساتھ"۔

قیام، رکوع اور سجده فرائض نماز میں سے ہیں۔ رکوع میں بندہ اپنے رب کے حضور عاجزی سے جھک جاتا ہے، سجدہ اس جھکنے کی انتہا ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ قیام بھی قوت عاجزی اور اعساری کے ساتھ ہو، معلوم ہو کہ ایک بندہ اپنے آقا کے سامنے با ادب کھڑا ہے۔

**آیت ۲۳۹** ﴿فَإِنْ خِفْتُمُ فِرْجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ "پھر اگر تم خطرے کی حالت میں ہو تو چاہے پیداہ پڑھو یا سوار۔"

دشمن اگر پیچھا کر رہا ہے اور آپ رُک کر تمام شرائط و آداب کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دیں گے تو وہ آپ کے سر پر بخیج جائے گا۔ یا آپ نے کہیں جا کر فوری طور پر حملہ کرنا ہے اور آپ نماز کے لیے رک جائیں گے تو مطلوبہ ہدف حاصل نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ دشمن سے خطرے کی حالت میں پیداہ یا سوار جس حال میں بھی ہوں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

﴿فَإِذَا آتَيْتُمْ﴾ "پھر جب تم اسکن میں ہو جاؤ"۔

خطرہ دور ہو جائے اور اسکی حالت ہو۔

﴿فَإِذَا كُرُوا اللّهُ كَمَا عَلِمْتُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ "پھر اللہ کو یاد کرو جیسے کہ تمہیں اس نے سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے۔"

امت کو نماز کا طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے اور حکم دیا ہے کہ: ((صَلُوٰةٌ كَمَا رَأَيْتُمْنِي أُصْلِي)) (۳) "نماز پڑھو جیسے کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔" نماز کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل ﷺ نے آنکھ مسے رسول اللہ ﷺ کو دو نماز پڑھائی ہے۔ ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت میں اور دوسرا دن پانچوں نمازیں آخری وقت میں پڑھائیں اور بتا دیا کہ ان نمازوں کا وقت ان اوقات کے درمیان ہے۔ چنانچہ نماز کے معاملے میں آنحضرت ﷺ کے معلم حضرت جبریل ہیں اور آپ ﷺ پوری امت کے لیے معلم ہیں۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الادان، باب الادان للمسافر اذا كانوا جماعة ..... عن مالک

اب یوہ عورتوں کے بارے میں مزید ہدایات آ رہی ہیں۔

**آیت ۲۳۰** ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّونَ مِنْكُمْ وَيَدْرُونَ أَذْوَاجَهُمْ﴾ ”اور جو لوگ تم میں سے وفات دے دیے جائیں اور وہ چھوڑ جائیں یوں،“

﴿وَصَيْةٌ لِلَّذِينَ يُتَوَفَّونَ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرُ اخْرَاجٍ﴾ ”تو وہ وصیت کر جائیں اپنی یوں لوگوں کے لیے ایک سال تک کے لیے نان نفقہ کی، بغیر اس کے کہ انہیں گھروں سے نکلا جائے۔“

مثال کے طور پر ایک شخص فوت ہوا ہے اور اس کی چار بیویاں ہیں، جن میں سے ایک کے ہاں اولاد ہے، جبکہ باقی تین اس اولاد کی سوتیلی مائیں ہیں۔ اب یہ اولادگی ماں کو تو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے گی اور باقی تین کو خواہ مخواہ کی ذمہ داری (liability) سمجھے گی۔ تو فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ ان یوں لوگوں کو فوراً گھر سے نکال دو، کہ جاؤ اپنا راستہ لو، جس سے تمہاری شادی تھی وہ تو فوت ہو گیا، بلکہ ایک سال کے لیے انہیں گھر سے نہ نکلا جائے اور ان کا نان نفقہ دیا جائے۔ ان آیات کے نزول تک قانون و راثت ابھی نہیں آیا تھا، لہذا یوں لوگوں کے بارے میں وصیت کا عبوری حکم دیا گیا، جیسا کہ قبل از یہ آیت ۱۸۰ میں والدین اور قرابت داروں کے لیے وصیت کا عبوری حکم دیا گیا۔ سورۃ النساء میں قانون و راثت نازل ہوا تو اس میں والدین کا حق بھی معین کر دیا گیا اور شوہر کی وفات کی صورت میں یہوی کے حق کا اور یہوی کی وفات کی صورت میں شوہر کے حق کا بھی تعین کر دیا گیا اور اب والدین و عزیز واقارب اور یوگان کے حق میں وصیت کی ہدایات منسون ہو گئیں۔

﴿فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ﴾ ”پھر اگر وہ عورتیں خود نکل جائیں تو تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے حق میں معروف طریقے پر کریں۔“

اگر کوئی عورت عدت گزارنے کے بعد دوسرا شادی کر کے کہیں بستا چاہے تو تم اسے سال بھر کے لیے روک نہیں سکتے۔ وہ اپنے حق میں معروف طریقے پر جو بھی فیصلہ کریں وہ اس کی مجاز ہیں، اس کا کوئی الزام تم پر نہیں آئے گا۔

﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ”اور یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔“

**آیت ۲۷۱ ﴿وَلِلْمُطَّلَّقِتِ مَنَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾** "اور مطلقہ عورتوں کو بھی ساز و سامان زندگی دینا ہے معروف طریقے پر۔"

**﴿حَقًا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾** "یہ لازم ہے پرہیز گاروں پر۔"

واضح رہے کہ یہ ہدایت عدت کے وقت تک کے لیے ہے، اُس کے بعد نہیں۔ اسی معاطلے میں کلکتہ ہائی کورٹ نے شاہ بانو کیس میں جو ایک فیصلہ دیا تھا اس پر ہندوستان میں شدید احتجاج ہوا تھا۔ اس نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ کوئی مسلمان اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ بیوی اگر تو دوسری شادی کر لے تب تو بات دوسری ہے، ورنہ جب تک وہ زندہ رہے گی اس کا نان نفقہ طلاق دینے والے کے ذمے رہے گا۔ اس پر بھارت کے مسلمانوں نے کہا کہ یہ ہماری شریعت میں دخل اندازی ہے، شریعت نے مطلقہ کے لیے صرف عدت تک نان نفقہ کا حق رکھا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس مسئلے پر احتجاجی تحریک چلائی، جس میں بہت سے لوگوں نے جانوں کا نذر انہ پیش کیا۔ آخر کار اجیو گاندھی کی حکومت کو گھنٹے میکنے پڑے اور پھر وہاں یہ قانون بنادیا گیا کہ ہندوستان کی کوئی عدالت بشوں سپریم کورٹ مسلمانوں کے عالی قوانین میں دخل نہیں دے سکتی۔ اس پر میں مسلمانان بھارت کی عظمت کو سلام پیش کیا کرتا ہوں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں یہ ہوا کہ ایک فوجی آمر نے عالی قوانین بنائے جن کے بارے میں کسی شیعہ اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی تمام علماء اور جماعت اسلامی کی چونی کی قیادت سب نے منتفقہ طور پر یہ کہا کہ یہ قوانین خلاف اسلام ہیں، مگر وہ آج تک چل رہے ہیں۔ ایک اور فوجی امر گیارہ برس تک یہاں پر کوئی **لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ** بجا تارہا اور اسلام کا راگ بھی الاتپارہا، لیکن اس نے بھی ان قوانین کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ اسی بنیاد پر میں نے اس کی شوری سے استغفار دیا تھا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمانوں نے وہاں پر یہ بات نہیں ہونے دی۔

**آیت ۲۷۲ ﴿كَذَلِكَ يَسِّئُ اللَّهُ لَكُمْ إِلَيْهِ لَعْلَكُمْ تَعْقِلُونَ﴾** "اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کو واضح کر رہا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو (اور سمجھو)۔"



# ترجمہ قرآن مجید

## مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مر جوم

ترتیب و تدوین: الطف الرحمن خان

سورہ آل عمران (مسلسل)

آیت ۱۲

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْيَمِينِ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقْسَطَرَةِ مِنَ  
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْغَلِيلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثَةِ فَلِكَ مَتَاعٌ  
الْحَلِيلَةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَابِ

شہو

شہا (ن) شہو: دل میں کسی چیز کو حاصل کرنے کی طلب پیدا ہونا، آرزو کرنا،  
خواہش کرنا، چاہنا۔

شہوہ (ج شہوہ) (اسم ذات بھی ہے): آرزو، خواہش، چاہت۔ «وَلَكُمْ لَئَنْتُونَ  
الْوِجَالَ شَهْوَةً» (الاعراف: ۸۱) ”بے شک تم لوگ آتے ہو مردوں کے پاس خواہش  
کرتے ہوئے۔“

إِشْتَهَى (اقعال) إِشْتَهَاءً: اهتمام سے خواہش کرنا، چاہنا۔ «وَلَكُمْ فِيهَا مَا  
تَشْتَهِي الْفُسُكُمْ» (خم السجدة: ۳۱) ”اور تمہارے لیے ہے اس میں وہ جو تمہارا جی  
چاہے گا۔“

ق ن طر

**قُطْرَةٌ** (رباعي) **قُطْرَةٌ** : کوئی چیز بہت زیادہ مقدار میں جمع کرنا۔

**مُفْتَرَةٌ** (اسم المفعول) : جمع کیا ہوا۔ آیت زیر مطالعہ۔

**قِطْرَارٌ** ن **قَنَاطِيرٌ** : ایک وزن کا نام ہے جس کی مقدار بدقیقی رہتی ہے۔ اصطلاحاً کسی ڈھیر کے لیے آتا ہے۔ ﴿إِنْ تَأْمُنْهُ بِقِطْرَارٍ يُؤْدِهِ إِلَيْكَ﴾ (آل عمران: ۷۵) ”اگر تو بھروسہ کرے اس پر کسی ڈھیر کے بارے میں تو وہ لوٹا دے گا اس کو تیری طرف۔“

ف ض ض

**فَضَّا** (ن) **فَضَّا** : کسی چیز کو توڑ کر منتشر کرنا۔

**فِضَّةٌ** (اسم ذات) : (۱) ایسی زمین جہاں پھر ایک دوسرے پر بکھرے ہوں۔

(۲) چاندی۔ آیت زیر مطالعہ۔

انْفَضَّ (انفعال) **إِنْفَضَّا** : ثوٹنا، منتشر ہونا۔ ﴿لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يُنْفَضُّوا﴾ (المُنْفَقُون: ۷) ”تم لوگ خرچ مت کرو ان پر جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ منتشر ہو جائیں۔“

خ ی ل

**خَالٌ** (ف) **خَيْلًا** : ذہن میں کسی چیز کی تصور بانا، تصور کرنا، سمجھنا، خیال کرنا۔

**خَيْلٌ** (اسم ذات) : گھوڑے سوار (کیونکہ وہ خود کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے)۔ پھر گھوڑے اور سوار دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسم جمع ہے اور اس کی جمع بھی آتی ہے۔ ﴿وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِغَيْلِكَ وَرَجْلِكَ﴾ (بنی اسراء: ۶۴) ”اور چنانچہ حالا ان پر اپنے سواروں کو اور اپنے پیادوں کو۔“

**خَيْلٌ** (**تَعْلِيل**) **تَخْيِيلًا** : دوسروں کے ذہن میں کوئی تصور قائم کرنا، تصور دینا۔ (فیاً) **حِبَالُهُمْ وَعَصِيَّهُمْ يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِخْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى** (طہ) ”پھر جب ان کی رسیوں اور ان کی لاثھیوں کا تصور دیا گیا اس کو ان کے جادو سے کہ وہ دوڑتی ہیں۔“

**إِخْتَالٌ** (انفعال) **إِخْتِيَالًا** : خود کو برتر تصور کرنا، تکبیر کرنا، اترانا۔

**مُخْتَالًا** (اسم الفاعل) : اترانے والا۔ ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٌ (الحیدid) ”اور اللہ پسند نہیں کرتا کسی بھی اترانے والے فخر کرنے والے کو۔“

۴ و ب

ءَابَ (ن) أُوبَا : واپس ہونا، لوٹنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف واپس ہونے اور رجوع کرنے کے لیے آیا ہے۔

**ایاب** (اسم فعل) : واپسی۔ **إِنَّ إِلَيْنَا يَأْبَهُمْ** (الغاشية) ”یقیناً ہماری طرف ہی ان کی واپسی ہے۔“

اوَّابْ (فَعَالْ) کے وزن پر مبالغہ) : بار بار رجوع کرنے والا۔ **إِفَانَةٌ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَنُورًا** (بھی اسراء یا) ”تو بے شک وہ بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے ہے؛ تھا بخشش والا ہے۔“

**ماۡبْ** (مفعُّلْ) کے وزن پر اسم الظرف) : واپس ہونے کی جگہ نہ کرانہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

اوَّبْ (تفعیل) **ثَوِيَّا** : کسی کے ساتھ واپس ہونا، کسی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا، ہم قدی کرنا، ہم نوائی کرنا۔

اوَّبْ (فعل امر) : تو ہم نوائی کر۔ **إِيجَالُ أَوَّبِي مَعَةً** (سبا: ۱۰) ”اے پہاڑو! تم ہم نوائی کرو اس کے ساتھ۔“

**توكیب** : ”رُّبِّنَ“ کا نائب فاعل ”حُبُّ الشَّهَوَاتِ“ ہے۔ ”مِنَ النِّسَاءِ“ کا ”من“ بیانیہ ہے۔ ”الْقَنَاطِيرِ“ کامضاف ”حُبُّ“ محدود ہے۔ ”مِنَ الدَّهْبِ“ کا ”من“ بھی بیانیہ ہے۔

ترجمہ:

<b>رُّبِّنَ</b> : جایا گیا <b>حُبُّ الشَّهَوَاتِ</b> : آرزوں کی محبت کو <b>وَالنِّسَاءِ</b> : جیسے عورتوں کی <b>وَالْقَنَاطِيرِ المُقْنَطَرَةِ</b> : اور جمع کیے ہوئے ڈھروں (کی محبت کو)	<b>لِلنَّاسِ</b> : لوگوں کے لیے <b>مِنَ الدَّهْبِ</b> : جیسے سونے کی <b>وَالْفِضَّةِ</b> : اور چاندی کی <b>وَالْخَيْلِ الْمُسْوَمَةِ</b> : اور نشان زدہ گھوڑوں کی
---	--

<b>وَالْأَنْعَامِ</b> : اور سوپھیوں کی	<b>وَالْأَنْعَامِ</b> : اور سوپھیوں کی
--	--

وَالْحَرُثٌ : اور کھنگتی کی  
ذلِکَ : یہ  
مَنَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا : دنیوی زندگی کا  
سامان ہے

عِنْدَهُ : اس کے پاس ہی  
حُسْنُ الْمَالِ : اچھا مال کا نہ ہے

## آیات ۱۵ تا ۱۷

﴿قُلْ أَوْنَتُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ آتَقْوَا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَاحٌ تَّجْرِيْ مِنْ  
تَّعْتِيْهَا الْأَنْهَرُ خَلِيلِيْنَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرَضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ  
بِصِّيرٌ بِالْعِبَادِ لِلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا مَأْتَى فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوبَنَا وَقَاتَ  
عَذَابَ النَّارِ لِلصَّابِرِيْنَ وَالصَّدِيقِيْنَ وَالْقَيْتَيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ  
بِالْأَسْحَارِ﴾

**ترکیب :** ”بِخَيْر“، تفصیل بعض ہے۔ ”ذلِکُمْ“، دراصل ”ذلِکَ“ ہے، صرف واحد  
ضمیر ”ك“ کے بجائے جمع کی ضمیر ”كُم“ آئی ہے، معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ”لِلَّذِينَ  
آتَقْوَا“، قائم مقام خبر مقدم ہے۔ ”جَنَاحٌ“، ”أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ“ اور ”رَضْوَانٌ“، مبتدأ موصود کرکرہ  
ہیں۔ ”خَلِيلِيْنَ“ حال ہونے کی وجہ سے منسوب ہے۔  
”الَّذِينَ يَقُولُونَ“، گزشتہ آیت میں ”لِلَّذِينَ آتَقْوَا“ کا بدل ہے۔ اسی طرح  
”الصَّابِرِيْنَ“ سے ”الْمُسْتَغْفِرِيْنَ“ تک ”لِلَّذِينَ“ کا بدل ہونے کی وجہ سے محروم ہیں۔

ترجمہ:

قُلْ : آپ کیسے  
أَوْنَتُكُمْ : کیا میں خبر دوں تم لوگوں کو  
بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ : اس سے زیادہ بہتر لِلَّذِينَ ان لوگوں کے لیے جنمیں نے  
(چیز) کی

آتَقْوَا : تقویٰ اختیار کیا  
عِنْدَ رَبِّهِمْ : ان کے رب کے پاس  
جَنَاحٌ : ایسے باغات ہیں  
تَّجْرِيْ : بہتی ہیں  
مِنْ تَعْتِيْهَا : جن کے دامن میں  
الْأَنْهَرُ : نہریں  
خَلِيلِيْنَ : بھیشور ہنے والے ہوتے ہوئے  
فِيهَا : ان میں

**وَأَزْوَاجٌ مُّطْهَرَةٌ:** اور پاک کیے ہوئے وَرْضُوانٌ: اور خونتندوی ہے

جوڑے ہیں

عَنِ اللّٰهِ :اللّٰهُ (کی طرف) سے

بَصِيرٌ : وَكَيْفَيْنَ وَالاَبَعْدُ

اللبناني

۱۰۷

نَاغْفَةُ الْمُكْتَبَةِ بِخَشْرَانِ

فُرْتَانَهُ گناده ک

**رَبِّنَا:** اے ہمارے رب  
**فَاقْعُدْنَا:** پس تو بخش دے

دوبنا: ہمارے ناہیوں و  
و اور  
عَلَيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰی کرنا

لِيْلَةٌ مُّبَارَكَةٌ وَلِيْلَةٌ حَسَنَةٌ وَلِيْلَةٌ حَسَنَاتٌ

الصَّيْرِينَ:

رہنے والے

**وَالْمُنْفِقِينَ**: اور فرمان برداری کرنے والے

آلات ۱۹۱۸

**شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمُ قَاتِلَنَا بِالْقُسْطِ لَا  
إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ إِنَّ الَّتِينَ يَعْذِلُونَ اللَّهَ لِأَلِسْلَامِ وَمَا اخْتَلَفَ  
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعْدَمَا يَعْلَمُونَ وَمَنْ يَكُفُرُ  
بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ**

**توکیب**: "شہد" کے قابل "للہ، الملائکہ" اور "اولوا العلم" ہیں۔ "الله  
هو" کا حال ہونے کی وجہ سے "قلتیا" منسوب ہے۔ "لئے" کا اسم "اللئین" ہے اور  
"الاسلام" کی خبر ہے۔ "بتیا" حال ہے۔

۷

**شہد: گواہی وی**  
**اللہ: الشے**  
**لئے لاؤں: کسی حکما کوئی انسن بے**  
**اُلّا: سوائے**

وَالْمُلِئَكَةُ : اور فرشتوں نے  
قَائِمًا : نگرانی کرنے والا ہوتے  
ہوئے  
لَا إِلَهَ : کسی قسم کا کوئی اللہ نہیں ہے  
هُوَ : اس کے  
الْعَكِيمُ : حکمت والا ہے  
الَّذِينَ : وہیں  
الْإِسْلَامُ : اسلام ہی ہے  
الَّذِينَ : ان لوگوں نے جن کو  
الْكِتَبَ : کتاب  
مِنْ : بعد مَا : اس کے بعد جو  
هُمُ : ان کے پاس  
بَعْدًا : سرکشی کرتے ہوئے  
وَمَنْ يَكْفُرْ : اور جوانکار کرتا ہے  
فَإِنَّ اللَّهَ : تو یقیناً اللہ  
ہُوَ : اس کے  
وَأُولُو الْعِلْمٍ : اور علم والوں نے  
بِالْقِسْطِ : حق کی  
إِلَّا : سوائے  
الْغَرِيبُ : جو بالا دست ہے  
إِنَّ : یقیناً  
عِنْدَ اللَّهِ : اللہ کے ہاں  
وَمَا اخْتَلَفَ : اور اختلاف نہیں کیا  
أُوتُوا : دی گئی  
إِلَّا : مگر  
جَاءَ : آیا  
الْعِلْمُ : علم  
بِيَنَتِهِمْ : آپس میں  
بِيَاتِ اللَّهِ : اللہ کی آیات کا  
سَرِيعُ الْحِسَابٍ : حساب لینے میں تیز ہے

نوٹ: عدل اور قسط کا ترجیح انصاف کیا جاتا ہے جو کہ درست ہے۔ لیکن ان تینوں الفاظ کے بنیادی مفہوم میں جو فرق ہے وہ ذہن میں واضح ہونا چاہیے۔  
مادہ ”ن ص ف“ سے باب افعال کا مصدر ہے ”انصاف“۔ اس کا بنیادی مفہوم ہے آدھا کرنا۔ کسی چیز کو برابر یعنی مساوی حصوں میں تقسیم کرنا۔ عدل کا بنیادی مفہوم ہے کسی چیز کو وزن یا رتبہ کے لحاظ سے کسی دوسری چیز کے برابر کرنا یعنی ہم پلہ کرنا۔ اس طرح عدل میں بدله دینے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے، یعنی کسی چیز کے عوض اس کے ہم پلہ کوئی دوسری چیز دینا۔ جبکہ قسط میں بنیادی مفہوم ہے کسی چیز کا کسی کے حق کے مطابق ہونا۔ اب ایک مثال کی مدد سے اس کو مزید سمجھ لیں۔

اکبر ایک مزدور ہے اور اس کے زیر کفالت دس افراد ہیں۔ اصغر بھی ایک مزدور ہے اور

اس کے زیرِ کفالت پانچ افراد ہیں۔ میرے پاس پندرہ سورو پے زکوٰۃ ہے جو میں دونوں میں ۷۵۰ تقدیم کر دیتا ہوں۔ یہ مساوات ہے انصاف ہے، لیکن اقسام نہیں ہے۔ اگر میں ایک ہزار اکبر کو اور پانچ سوا صغر کو دونوں تو یہ مساوات یا انصاف تو نہیں ہے لیکن اقسام ہے۔

اب ایک عام قاری کے لیے تو خیر ہے ہی لیکن ”اسلامی سو شلزم“ کے علمبرداروں کے لیے یہ ایک خصوصی لمحہ فکر یہ ہے کہ قرآن مجید میں عدل اور قسط کے افاظ تو استعمال ہوئے ہیں، مثلاً بحدود سے لفظ ”نصف“ (آدھا) بھی آیا ہے، لیکن پورے قرآن مجید میں کسی ایک جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے انصاف کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ **﴿أَقْلَامُ يَتَلَبَّرُونَ الْقُرْآنَ﴾** ”تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟“ (النساء: ۸۲)

قط کا مفہوم اگر سمجھ میں آ گیا ہے تو اب آیت زیرِ مطالعہ میں "فَإِنَّمَا بِالْقِسْطِ" کا مفہوم ذہن میں واضح کر لیں کہ اللہ تعالیٰ قحط کی نگرانی کرنے والا ہے۔ اور اس سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ کس کا کس وقت کیا حق ہے!

۲۰۱۴ء میں آئت

فَإِنْ حَاجُوكُمْ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَقُلْ لِلّٰهِ دِينُ اُوْتُوا  
الْكِتَابَ وَالْأُمَّةُ إِلَيْهِ أَسْلَمَتْ فَإِنْ أَسْلَمُوهُ فَقَدْ اهْتَدُوا وَإِنْ تُوَلُوا فَإِنَّمَا<sup>ۚ</sup>  
عَلَيْكُمُ الْبُلْغُ وَاللّٰهُ يَصِيرُ بِالْعِبَادِ إِنَّ الَّذِينَ يَكُفُرُونَ بِاِيمَانِ اللّٰهِ  
وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ<sup>ۚ</sup>  
فَيُتَرَكُمُ بِعِدَابِ أَلِيمٍ إِنَّ الَّذِينَ حِكْمَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَصْرَىٰ<sup>ۚ</sup>

**ترکیب:** ”وَمِنْ أَتَيْعُنَ“ میں ”مِنْ“ کا عطف ہے ”أَسْلَمْتُ“ پر اور فاعل مانی ہے۔ ”أَتَيْعُنَ“ میں نون کی جر تاری ہے کہ یہاں یا ے متکلم مذکوف ہے۔ ”فُلُ“ کا ایک مفعول ”لِلَّهِدِينَ“ ہے اور دوسرا مفعول ”الْأَمِينَ“ ہے جو کہ ”لِلَّهِدِينَ“ کی ”لِ“ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرود ہے۔ ”الْبَلْغُ“ مبتدأ مؤخر ہے۔

حاجوںکے وہ لوگ دلیل بازی کریں  
آپ سے

**أَسْلَمْتُ**: میں نے فرماں بردار کیا  
 اللہ: اللہ  
**أَتَسْعَنِ**: بھیری پیروی کی  
**لِلَّذِينَ**: ان سے جن کو  
**الْكِتَبُ**: کتاب  
 کیا:  
**وَالْأُمَّيْمَنَ**: اور ان پڑھ لوگوں سے  
**أَسْلَمْتُمُ**: تم لوگوں نے فرماں برداری  
 قبول کی  
**أَسْلَمُوا**: وہ لوگ فرماں برداری قبول  
 کر لیں  
**وَإِنْ**: اور اگر  
**فَإِنَّمَا**: تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ  
**الْبَلْغُ**: پہنچا دینا  
**بَصِيرٌ**: دیکھنے والا ہے  
**إِنَّ الَّذِينَ**: یہ شک وہ لوگ جو  
**بِالْعِبَادِ**: بندوں کو  
**يَكْفُرُونَ**: انکار کرتے ہیں  
**وَيَقْتُلُونَ**: اور قتل کرتے ہیں  
**بِغَيْرِ حَقٍّ**: کسی حق کے بغیر  
**الَّذِينَ**: ان لوگوں کو جو  
**بِالْقِسْطِ**: حق کے مطابق ہونے کی  
**فَبِشِّرُ**: تو آپ بشارت دے دیجئے  
**بِعَذَابِ أَلِيمٍ**: ایک دردناک عذاب کی  
**حَبْكُ**: اکارت ہوئے  
**فِي الدُّنْيَا**: دنیا میں  
**وَمَا لَهُمْ**: اور ان کے لئے نہیں ہے  
**فَقُلْ**: تو آپ کہہ دیں  
**وَجْهِي**: اپنے چہرے کو  
**وَمَنْ**: اور اس نے جس نے  
**وَقُلْ**: اور آپ کہہ دیں  
**أُوتُوا**: دی گئی  
**وَالْأُمَّيْمَنَ**: اور ان پڑھ لوگوں سے  
**أَسْلَمْتُمُ**: تم لوگوں نے فرماں برداری  
 قبول کی  
**فَقَدِ اهْتَدَوْا**: تو انہوں نے ہدایت  
 پالی  
**تَوَلَّوْا**: وہ لوگ بے رحمی کریں  
**عَلَيْكَ**: آپ پُر ہے  
**وَاللَّهُ**: اور اللہ  
**بِالْعِبَادِ**: بندوں کو  
**يَكْفُرُونَ**: انکار کرتے ہیں  
**وَيَقْتُلُونَ**: اور قتل کرتے ہیں  
**بِغَيْرِ حَقٍّ**: کسی حق کے بغیر  
**الَّذِينَ**: ان لوگوں کو جو  
**بِالْقِسْطِ**: حق کے مطابق ہونے کی  
**فَبِشِّرُ**: تو آپ بشارت دے دیجئے  
**بِعَذَابِ أَلِيمٍ**: ایک دردناک عذاب کی  
**حَبْكُ**: اکارت ہوئے  
**فِي الدُّنْيَا**: دنیا میں  
**وَمَا لَهُمْ**: اور ان کے لئے نہیں ہے  
**يَا مُرْسَلُونَ**: اور وہ لوگ قتل کرتے ہیں  
**يَامُرُونَ**: ترغیب دیتے ہیں  
**هُنَّ النَّاسُ**: لوگوں میں سے  
**هُمْ**: ان کو  
**أُولَئِكَ الَّذِينَ**: یہ وہ لوگ ہیں  
**أَعْمَالُهُمْ**: جن کے اعمال  
**وَالْأُخْرَةُ**: اور آخرت میں  
**مِنْ نَصِيرِينَ**: کوئی بھی مدد کرنے والا

۲۳۷۵

إِنَّمَا تَرَى إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ لِيُحَكَمَ  
بِيَنَّهُمْ ثُمَّ يَوْمَئِذٍ قَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا  
النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۝ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ فَكَيْفَ  
إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَبَّ فِيهِ ۝ وَوَقَتٌ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا  
يُظْلَمُونَ ۝

غدر

**غَمَّةٌ** (ن) غَمَّةٌ: دُهوكادِيَّا، فَرِيَّبِ دِيَّا - آيَتْ زَيْرِ مَطَالِعَه.

**غُرُور** (فُؤُول) کے وزن پر جمع) : دھوکے۔ (وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ  
الْغُرُورِ فِيهَا) (آل عمران) ”اور نہیں ہے دُنیوی زندگی مگر فریبون کا سامان۔“  
**غُرُور** (فُؤُول) کے وزن پر مبالغہ) : بے انتہا دھوکا دینے والا۔ (وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ  
الْغُرُورُ تِنَّا) (الحدید) ”اور تم کو دھوکا دیا اللہ کے بارے میں اس انتہائی دھوکے باز نے۔“

ف ر ی

**فَرَّاي** (ض) فَرَّيَا: (۱) کامنا، چہرنا۔ (۲) غلط یا بے بنیاد بات کہنا۔

فَرِي (س) فَرِي : دهشت زده هونا، متحیر هونا -

**فہریٰ (فہلیٰ) کے وزن پر صفت) :** دوہشت زدہ کرنے والی چیز، حیران کن۔ **(لقد**

جنت شہنا فہیم (مریم) ”بے شک تو آئی سے ایک حیران کن چیز کے ساتھ۔“

**افْتَأِي** (افعال) **الْفَرَاءُ**: اہتمام سے بے بنیاد بات کہتا، بات گھڑنا۔ وَمَنْ أَظْلَمُ

**مسمیٰ: افتیٰ عَلَمَ اللَّهُ كَذِيَّاً** (الانعام: ٢١) ”اور کون اس سے زیادہ ظالم ہے جس نے گھر اس کو میری رسمیت سے بے بارہا کر دیا؟“

الله راک جھوٹ؟

**مُفْتَر** (اسم الفاعل) : مُغْزِنٌ وَالا-<sup>ۖ</sup> إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٌ<sup>ۖ</sup> (التحل: ۱۰۱) "كجنبش"

سوئے اس کے کر تو گھر نے والا ہے۔“

**مُفْتَرٌ** (اسم المفعول): **أَهْبَأَ** - **مَا هَذَا إِلَّا إِفْكٌ مُفْتَرٌ** - (سبا: ٤٣) **يُهْبِسُ**

ہے مگر ایک لھڑا ہوا بہتان۔“

**ترکیب:** ”لِيَحْكُم“ کا فاعل اس میں ”هُو“ کی ضمیر ہے جو ”کِتْبِ اللَّهِ“ کے لیے ہے۔ ”ذِلِكَ يَا نَاهُمْ“ میں ”ذِلِكَ“ کا اشارہ ”یَتَوَلَِّي“ اور ”مُعْرِضُونَ“ کی طرف ہے۔ ”آیَامًا مَعْدُودَاتٍ“ ظرف ہے۔ ”غَرْ“ کے آگے ”هُمْ“ ضمیر مفعول ہے اور اس کا فاعل ”مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ ہے۔ ”وَقِيتُ“ کا نائب فاعل ”كُلُّ نَفْسٍ“ ہے اور مفعول ثانی ”مَا كَسَبَتْ“ ہے۔

ترجمہ:

إِلَى الَّذِينَ : ان (کی حالت) کی  
أُوتُوا : دیا گیا  
مِنَ الْكِتَبِ : کتاب سے  
جاتے ہیں

إِلَيْهِ حُكْمٌ : تاکہ وہ فیصلہ کرے  
يُنَهِّمُ : ان کے مابین  
يَتَوَلَِّي : بے رُخی کرتا ہے  
يُنَهِّمُ : ان میں سے  
مُعْرِضُونَ : اعراض کرنے والے ہیں

قَالُوا : کہا  
النَّارُ : آگ  
آيَامًا مَعْدُودَاتٍ : پندرنے ہوئے دن  
هُمْ : ان کو  
مَا : اس نے جو

فَكَيْفَ : تو کیسا ہو گا  
جَمَعُنَاهُمْ : ہم جمع کریں گے ان کو  
لَا رَيْبٌ : کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے

لَئِنْ تَمَسَّا : ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو  
إِلَّا : مگر  
وَغَرْ : اور جو کادیا

فِيْ دِيْنِهِمْ : ان کے دین میں  
كَانُوا يَفْتَرُونَ : وہ لوگ گھڑا کرتے تھے  
إِذَا : جب

لِيَوْمٍ : ایک ایسے دن کے لیے  
فِيهِ : جس میں

وَوُقْتٌ : اور پورا پورا دیا جائے گا  
 کُلُّ نَفْسٍ : برائیک جان کو  
 سَكَّتٌ : اس نے کمکیا  
 لَا يُظْلَمُونَ : ظلم نہیں کیا جائے گا  
 وَهُمْ : اور ان پر  
 نوٹ : لفظ "يَقْرُونَ" کے متعلق ایک بات نوٹ کر لیں۔ مادہ "ف ری" سے باہر  
 اتعال میں یہ جمع مذکر عاشر کا صیغہ اصلًا "يَقْرُونَ" تھا جو قاعدے کے مطابق تبدیل ہو کر  
 "يَقْرُونَ" استعمال ہوتا ہے اور یہ قرآن مجید میں ۷۴ امتاہات پر آیا ہے۔ جیکس مادہ "فت  
 ر" (ن) سے عالمی مجرم میں جمع مذکر عاشر کا صیغہ "يَقْرُونَ" آتا ہے جس کے معنی ہیں تھکنا  
 اور یہ قرآن مجید میں صرف ایک جگہ (الانبیاء: ۲۰) آیا ہے۔ ان دونوں میں فرق "نَا" کی فتح  
 اور ضمہ سے کیا جاتا ہے۔ اس فرق کو ذہن نشین کر لیں۔

## آیات ۲۶۷

أَقِلِ اللَّهُمَّ مِلِكِ الْمُلْكِ تُوْتِي الْمُلْكَ مِنْ تَشَاءُ وَتُنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ  
 تَشَاءُ وَتَعْزِيزُ مِنْ تَشَاءُ وَتُنْذِلُ مِنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيرٌ هٗ تُولِجُ النَّيلَ فِي النَّهَارِ وَتُنْوِلِجُ النَّهَارَ فِي النَّيلِ وَتُخْرِجُ  
 الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيَّ وَتَرْزُقُ مِنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ  
 حِسَابٍ هٗ

## ذرع

ذرع (ض) ذرعًا : کسی چیز میں سے کوئی چیز کھینچ لینا، چھین لینا، اکھاڑنا۔ (وَذَرَعَنَّا مَا  
 فِي صُنُورِهِمْ مِنْ غَلَى) (الاعراف: ۴۳) "اور ہم نے کھینچا اس کو جو ان کے سینوں میں تھی  
 کوئی بھی کدوڑت۔"

ذرازع (اسم الفاعل) : کھینچنے والا۔ (وَالذِّرَاعَةُ عَرْفًا هٗ) (التریعت) "تم ہے  
 کھینچنے والوں کی غوطہ لکھ کر۔"

ذراع (فعال) کے وزن پر مبالغہ) : بار بار کھینچنے والا۔ (ذِرَاعَةً لِلشَّوَى هٗ)  
 (المعارج) "بَار بَار كَخِينَهُ وَالى كَحِيلَ كُورَ"  
 ذراع (مفعالہ) ذراعاً : باہم بھگڑنا۔ (فَلَا يَنْزِعُ عَنْكَ فِي الْأُمْرِ) (الحج: ۶۷) "تو

وہ لوگ ہرگز جھکڑا مت کریں آپ سے اس معاملہ میں۔“  
 تَنَازَعَ (تفاصل) تَنَازَعًا : باہم کھینچا تانی کرنا، اختلاف کرنا۔ ﴿فَتَنَازَعُوا أَمْرُهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ (طہ: ۶۲) ”تو انہوں نے اختلاف کیا اپنے معاملہ میں آپس میں۔“

### ولج

وَلَجَ (ض) وَلَجْجَا : کسی عکب جگہ میں گھٹا، داخل ہونا۔ ﴿الْخَثْرَ يَلْجَعُ الْجَمَلُ فِي سَهِّ الْخَيَاطِ﴾ (الاعراف: ۴۰) ”یہاں تک کہ چس جائے اونٹ سوئی کے تاکے میں۔“  
 وَلِيْجَةً : (فعیل) کے وزن پر صفت ہے اور اس پر تاءے مبالغہ ہے جیسے ”علامہ“ دل کا بھیدی رازداں۔ ﴿وَلَمْ يَتَخَلَّوْا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيْجَةً﴾ (التوبہ: ۱۶) ”اور انہوں نے بنایا ہی نہیں اللہ کے سوا اور نہ اس کے رسول کے، وہ اور نہ مؤمنوں کے سوا کوئی دل کا بھیدی۔“

اوْلَجَ (اعمال) اِيْلَاجَأَ : گھسانا، داخل کرنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

**توكیب :** ”اللَّهُمَّ“ میں لفظ ”الله“ کے آگے حرف ندا ”م“ (میم مشدہ) - ہے۔ ”ملک“ کی نسب بتاری ہے کہ یہ منادی مضاف ہے اور نداءٰ تانی ہے۔ ”مَنْ“ دراصل ”مِنْ مَنْ“ ہے۔ ”الْخَيْر“ مبتدأ م مؤخر ہے اور اس پر لام حش ہے۔

ترجمہ:

اللَّهُمَّ : اے اللہ!	قُلِّ : آپ سے کہیے
تُوْقِیٰ : تو دیتا ہے	مَلِكُ الْمُلْكِ : اے ملک کے مالک
مِنْ : اس کو جسے	الْمُلْكُ : ملک
وَتَنْزِعُ : اور تو، ہمیں لیتا ہے	تَشَاءُ : تو چاہتا ہے
مِنْ : اس سے، جس سے	الْمُلْكُ : ملک
وَتَعْزُزُ : اور تو، زنت دیتا ہے	تَشَاءُ : تو چاہتا ہے
مِنْ : اس کو جسے	مِنْ : اس کو جسے
وَتَدْلُلُ : اور تو ذلت دیتا ہے	تَشَاءُ : تو چاہتا ہے
بِسْدِكَ : اور بتیرے ہاتھ میں	الْخَيْرُ : کل خیر ہے
إِنَّكَ : یقیناً تو	

قَدْبِيرٌ: قدرت رکھنے والا ہے	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز پر
الَّيلَ: رات کو	تُولُجُ: تو گھساتا ہے
وَتُولُجُ: اور تو گھساتا ہے	فِي النَّهَارِ: دن میں
فِي الَّيلِ: رات میں	النَّهَارَ: دن کو
الْحَيٌّ: زندہ کو	وَتُخْرِجُ: اور تو نکالتا ہے
وَتُخْرِجُ: اور تو نکالتا ہے	مِنَ الْحَيَّ: مردہ سے
مِنَ الْحَيٌّ: زندہ سے	الْحَيَّ: مردہ کو
مَنْ: اس کو جسے	وَتَرَدُّقُ: اور تو عطا کرتا ہے
بِغَيْرِ حِسَابٍ: کسی حساب کے بغیر	تَشَاءُ: تو چاہتا ہے

نوٹ (۱) : ترکیب میں بتایا گیا کہ ”اللَّهُمَّ“ میں حرف ندا میم مشدد لگا ہے، یعنی یہ دراصل ”اللَّهُمَّ“ ہے۔ اس ضمن میں دو باتیں نوٹ کر لیں۔ اولاً یہ کہ حرف ”یَا“ کی طرح میم مشدد (م) بھی ایک حرف ندا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ”یَا“ منادی سے پہلے آتا ہے، جبکہ میم مشدد منادی کے بعد آتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ اسلام کے آغاز سے پہلے بھی عربی میں میم مشدد کا استعمال صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے لیے مخصوص تھا اور آج تک ہے۔

نوٹ (۲) : آیات زیر مطابع میں ”بِبِدْكَ الْخَيْرِ“ کے الفاظ بہت توجہ طلب ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم سے کوئی چیز چھپ جاتی ہے یا کوئی ایسا واقع ہوتا ہے جس میں ہم اپنی سکلی محبوس کرتے ہیں تو اس میں بھی ہمارے لیے کوئی بھلاکی پوشیدہ ہوتی ہے۔ اگر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ممکن ہے تو اسے اس حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کیسے رات کو دن میں اور دن کو رات میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کے لیے یہ بہت آسان ہے کہ کسی ایسی بات سے خیر برآمد کر دے جو ہماری محدود بحث کے مطابق نقصان دہ اور تکلیف دو ہے۔ البتہ اس میں کچھ وقت لگتا ہے جیسے رات کو دن میں تبدیل ہونے میں لگتا ہے۔

اکثر ویژت ہم لوگ اپنی منفی سوچ اور غلط رہ عمل کی وجہ سے خود کو اس آنے والے خیر سے محروم کر لیتے ہیں۔ جن کا دل اس حقیقت پر مطمئن ہوتا ہے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس کے ہاتھ میں کل خیر ہے، وہ لوگ وقت آنے پر اس کے خیر سے مستفید ہوتے ہیں۔



# فہم قرآن میں شانِ نزول کی اہمیت

نعیم احمد خان

فہم قرآن سے مراد ہے قرآن مجید کی آیات کا معنی و مفہوم معلوم کرنا اور یہ جاننا کہ ان میں کتنے مسائل و معارف کے بیان پر توجہ مرکوز ہے تاکہ اس ہدایت نامہ کا ل سے صراطِ مستقیم کی راہنمائی حاصل ہو۔ گویا:

”فہم قرآن سے غرض یہ ہے کہ انسان مجتہد ان طور سے احکام کا استنباط کر سکے، قرآن کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کے واقعی اور حقیقی مفہوم کو متعین کر سکے، اس کے معیار و بлагت کو دریافت کر کے یہ سمجھ سکے کہ یہاں کلام کا مقتضائے حال کیا ہے اور کس چیز پر زور دینا منظور ہے۔“<sup>(۱)</sup>

جبکہ شانِ نزول سے مراد ہے وہ صورتِ حال جس میں قرآن کی کوئی آیت (یا آیات) نازل ہوئی۔ امام سیوطی کے مطابق سبب نزول اُس واقعے کو کہتے ہیں جس کے ظہور و وقوع کے ایام میں کوئی آیت نازل ہوئی۔<sup>(۲)</sup> دوسرے لفظوں میں آیات قرآنیہ کے نازل ہونے کا پس منظر یعنی وہ جن حالات و ضروریات کے تحت نازل ہوئیں شانِ نزول ہے۔ چنانچہ جن اسباب و وجوہات سے رحمتِ خداوندی نزول آیات کا باعث ہوئی اس پرے پس منظرِ ماحول اور صورتِ حال کو معلوم کرنا شانِ نزول کی معرفت ہے۔ تاہم یہ بھی قابل ذکر ہے کہ:

”شانِ نزول سے مراد کوئی عاص و اقعیبیں ہوتا بلکہ اس سے وہ حالت اور کیفیت مراد ہوتی ہے جس میں کوئی آیت نازل ہوئی۔ لہذا شانِ نزول کے سلسلہ میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں ان سے مراد کوئی مخصوص و اقعیبیں ہوتا بلکہ ا لوگوں کی حالت و کیفیت مقصود ہوتی ہے جس کے تحت وہ کلام نازل ہوا۔“<sup>(۳)</sup>

## شانِ نزول اور فہم قرآن

شانِ نزول سے واقفیت کا فہم قرآن سے گہر اعلق ہے۔ قرآن مجید جزیرہ نماۓ عرب

کے خاص علاقہ میں تدریجیاً اور حسپ ضرورت لگ بھگ تینیں (۲۳) سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اس کی آیات مبارکہ کے معانی و مفہوم کے فہم کے لیے اس ماحول سے واقفیت ضروری ہے جس میں یہ نازل ہوا۔ خاص طور پر بہت سی آیات مخصوص حالات و واقعات کے تحت نازل ہوئیں۔ نزول آیات کے اس سارے پس منظر کو جانے بغیر ایسی آیات کا حقیقی مفہوم تتعین کرنا دشوار ہے۔

فہم قرآن میں شان نزول کی اہمیت کے حوالے سے آیات قرآنیہ کی تین اقسام کی جا سکتی ہیں۔ اول وہ آیات جن کا شان نزول جانے بغیر مفہوم تتعین نہیں ہو سکتا، دوسرا وہ آیات جن کا پس منظر جانے بغیر بھی مفہوم سمجھا جاسکتا ہے، لیکن معرفت سبب نزول سے مفہوم کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے اور تیسرا وہ آیات جو بالکل عام ہیں اور مفہوم سمجھنے کے لیے پس منظر کی واقفیت سے بے نیاز ہیں۔<sup>(۴)</sup> ان تینوں میں سے قسم اول سے متعلق آیات کا مفہوم معلوم کرنا شان نزول سے آگاہی کے بغیر ممکن نہیں اور قسم ثانی کی بہتر تفہیم کا تقاضا ہے کہ ان کا واقعاتی پس منظر معلوم ہو۔

کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کس خاص پس منظر یا وجہ سے نازل ہوئیں، یہ جانے بغیر ان کی بہتر تفہیم ممکن نہیں۔ بقول ابن تیمیہ سبب نزول کا علم آیت کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے کیونکہ سبب معلوم ہو جانے سے مسبب بھی معلوم ہو جاتا ہے۔<sup>(۵)</sup> اور یوں مفہوم کی تتعین و اطلاق آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فہم قرآن کے لیے اس باب نزول سے آگاہی بہت اہم ہے اور اس کی اہمیت کے کتفی بپلو ہیں۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات کے بظاہر عام مفہوم کی شان نزول کی روشنی میں تخصیص ہو جاتی ہے اور ان میں پایا جانے والا اشکال دور ہو جاتا ہے۔ ایسی آیات کا شان نزول جانے بغیر مفہوم تتعین کرنا دشواری اور صعوبت کے ساتھ ساتھ غلطی کے امکان سے بھی خالی نہیں ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَحْسِنَ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيَعْجِبُونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَقُلُوا  
فَلَا تَحْسِنْهُمْ بِمَغْفَلَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ﴾ (آل عمران: ۱۸۸)

”آپ ہرگز یہ خیال نہ کرتا کہ یہ (کفار) جو اپنے کرو توں پر ارتاتے ہیں اور ناکروہ کا رناموں پر تعریف چاہتے ہیں کہ یہ عذاب سے فیکٹلے گے۔“

سورہ آل عمران کی اس آیت مبارکہ سے بظاہر مستفاد ہوتا ہے کہ اچھے کاموں پر خوشی کا اظہار بھی عذاب کا باعث ہو سکتا ہے۔ تاہم شانِ نزول سے اس اشکال کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عباس پیغمبر نے مروان بن حکم کا ایسا ہی اشکال یہ کہہ کر دور کیا تھا کہ ”تمہیں اس آیت سے کیا سروکار؟ واقعہ یوں تھا کہ آنحضرت مصلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا کر ایک بات پوچھی انہوں نے اصل بات چھپا کر غلط جواب دیا، گویا انہوں نے ایک جھوٹ بات بتا کر اس پر آنحضرت مصلی اللہ علیہ وسلم سے داد چاہی اور اصل بات کے چھپانے پر خوشی کا اظہار کیا۔“ (۱) تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ شانِ نزول کی معرفت سے معلوم ہوا کہ حق چھپا کر جھوٹ کے اظہار پر خوشی منانا باعث عذاب ہو سکتا ہے نہ کہ محض اچھے اعمال پر خوش ہونا۔

شانِ نزول سے عدم واقفیت کے باعث آیاتِ قرآن کے ایسے مفہوم بھی اخذ ہو سکتے ہیں جو احکام و صالح شرعیہ کے بالکل خلاف ہوں۔ مثلاً سورۃ المائدۃ کی اس آیت مبارکہ:

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا إِذَا مَا أَتَقُوا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ ثُمَّ أَتَقُوا وَآمَنُوا ثُمَّ أَتَقُوا وَآخْسَنُوا  
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۷)

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور یہیک اعمال کرتے رہے انہوں نے جو کچھ کھالیا اس میں قباحت نہیں جب وہ آئندہ بچتے رہیں اور ایمان و عمل صالح پر قائم رہیں، پھر بچتے رہیں اور ایمان پر رہیں، پھر تقویٰ اختیار کریں اور احسان کے درجہ پر ہوں اور اللہ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔“

کا بظاہر یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اہل ایمان و تقویٰ کے لیے کھانے پینے کی کوئی قیود نہیں، لیکن یہ مفہوم خلاف شرع ہے۔ اس لیے کہ شریعت نے حلال و حرام کی حدود و قیود مقرر کر دی ہیں، ان سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں شانِ نزول کے ذریعے اس آیت مبارکہ کا ایسا مفہوم تعمین ہو سکتا ہے جو خلاف شرع نہ ہو۔ قطعی حرمت خر کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت فرمایا تھا کہ قبل حرمت متوفیان کا کیا حال ہے؟ اس پر یہ آیات اتریں۔<sup>(۲)</sup>

اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ حرمت خر سے قبل وفات پا جانے والے اہل ایمان کا حال ہے نہ کہ عام حکم۔ اس لیے آیات مذکورہ کو بنیاد بنا کر حملت و حرمت کی حدود کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں احکام شرعیہ بابت اصول و کلیات کا بیان ہے، جن سے جزوی احکام

مستبط کیے جاتے ہیں۔ اور چونکہ شانِ نزول کی معرفت سے کسی آیت کے نزول کی حالت و کیفیت معلوم ہوتی ہے اس لیے موجودہ مسائل کے جوابات اخذ کرنے میں یہ پہچان بہت مفید ہوتی ہے۔ ڈاکٹر عرفان خالد لکھتے ہیں:

”شانِ نزول کا یہ فائدہ ہے کہ اصول و کلیات سے جو مطلوب و مقصود ہو وہ واضح ہو کر

سامنے آ جاتا ہے اور یوں استدلال و استنباط احکام میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ حالات

و موقع کی مناسبت سے اصول و قواعد منطبق کرنے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔“<sup>(۸)</sup>

فہم قرآن میں معرفت شانِ نزول کی اہمیت کے پیش نظر علماء امت نے تفسیر قرآن کے بیان میں اس فن سے واقفیت ضروری قرار دی ہے، بلکہ بعض علماء محققین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جو شخص اسبابِ نزول سے ناجلد ہو اُس کے لیے قرآن کی تفسیر بیان کرنا جائز نہیں۔<sup>(۹)</sup>

اسبابِ النزول کے مصنف واحدی نے لکھا ہے کہ جب تک کسی آیت کا واقعہ متعلقہ اور

اس کا سبب نزول معلوم نہ ہواں آیت کی تفسیر معلوم نہیں ہو سکتی۔<sup>(۱۰)</sup> اور ڈاکٹر صحیح صالح کا کہنا ہے کہ اگر آیت کا واقعہ متعلقہ معلوم ہو اور ان اسباب تک رسائی ہو جاؤں کے نزول کا باعث ہوئے تو اس سے یقیناً اس آیت کا مطلب سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور اس کی تاویل راجح اور صحیح ترین تفسیر کا علم ہو جاتا ہے۔<sup>(۱۱)</sup>

معرفت شانِ نزول کے بغیر آیاتِ قرآن سے متفق علیہ اور مجمع علیہ احکام شرعیہ کے خلاف معنی مفہوم ہونے کی ایک مثال نماز میں قبلہ رو ہونے کے بارے میں سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیت بھی ہے:

**﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَإِنَّمَا تُؤْلُوْا فَقَمْ ۗ وَجْهُ اللّٰهِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرۃ)**

”او مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں، اس لیے تم جس سمت میں بھی رخ کرو وہیں اللہ موجود ہے۔ بلاشبہ اللہ بڑی وسعت والا (اور) بہت علم رکھنے والا ہے۔“

بظاہر اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں جس طرف بھی رخ کر لیا جائے کوئی رخ نہیں، حالانکہ شرعاً ایسا نہیں ہے۔ دراصل ایک رات میں کسی جگہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب نماز ادا کرنے لگے تو قبلہ کا صحیح و متفق رخ تھیں نہ ہو سکا۔ چنانچہ ہر کسی نے اپنے اجتہاد سے جدھر قبلہ جانا اور رخ کر کے نماز ادا کی۔ اب یہ امر باعث تشویش ہوا کہ صحیح سمت قبلہ رو نہ ہونے والوں کا کیا حال ہوا۔ اس پر یہ آیات نازل

ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز قبول فرمائی۔<sup>(۱۲)</sup>

معلوم ہوا یہ عمومی حکم نہیں بلکہ خاص مجبوری کی صورت میں یہ رخصت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ پوری کوشش کے باوجود بھی صحیح رخ تتعین نہ ہو سکتا ہو۔

### و سعْتُ شَانِ نَزْولٍ

تعلیمات قرآن کی بہتر تفہیم اور تعریف معنی میں شانِ نزول کی بے حد اہمیت ہے، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ ہر آیت کا شانِ نزول معلوم کر لینا ضروری ہو اور صرف اسی پر تفہیم آیت کا مدار ہو۔ قرآن مجید کا ایک معتقد بہ حصہ شانِ نزول کی تعریف کا مر ہون منت نہیں۔ چنانچہ ہر آیت کو شانِ نزول کا محتاج سمجھنا یا ہر آیت کے ساتھ کسی نہ کسی واقعہ کو بطور شانِ نزول مسلک کرنے کی سعی جیسا کہ بعض مفسرین کیا کرتے ہیں، ضروری نہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مفسرین کے اس عمومی رجحان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً مختلف آیات کی شرح کے ضمن میں کوئی واقعہ بیان کرنے کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ”نزلت فی كذا“ یا ”فانزل اللہ تعالیٰ قوله“ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے اس واقعہ کا شانِ نزول ہونا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ صورت واقعہ اس سے مختلف ہے:

بل رِبِّمَا يَذَكُّرُونَ بَعْضًا مَا صَدَقَتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ مَا كَانَ فِي زَمْنِهِ صَلِّ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَعْدَهُ وَيَقُولُونَ نَزَّلَتْ فِي كَذَا<sup>(۱۳)</sup>

”صحابہ کرام تو عبد نبوی ﷺ کیا بعد کے کسی واقعہ پر اس آیت کا انطباق کرتے ہیں، مگر متاخرین اسے شانِ نزول جان کر اس آیت کے ساتھ متعلق کر دیتے ہیں۔“

بدرا الدین زركشی نے لکھا ہے کہ صحابہ و تابعین کی عادت ہے کہ جب وہ نزلت هذه الآية فی كذا کے الفاظ کہتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت فلاں حکم کو شامل ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ واقعہ اس آیت کا شانِ نزول ہے۔<sup>(۱۴)</sup> اس لیے اس اصطلاح کا مفہوم لازمی طور پر شانِ نزول ہونا مراد نہ ہوگا۔ ہاں البته اگر ”سبب نزول هذه الآية كذا“ یا ”حدث كذا“ اور ”ستل عليه السلام عن كذا فانزلت الآية كذا“ ایسے الفاظ مذکور ہوں تو شانِ نزول مفہوم ہوگا۔<sup>(۱۵)</sup>

قرآن مجید کی تفسیر کے ضمن میں خاص طور پر انبیاء سالقین ﷺ کے احوال و واقعات میں عموماً مفسرین تفصیلی قصہ بیان کرتے ہیں۔ مفسرین کے اس عمومی رجحان پر تمہرہ کرتے ہوئے

شادہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

”احادیث میں انبیاء سابقینؓ کے فضل بہت ہی کم بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے بہت قلیل کے سوا اکثر و پیشہ احوال و واقعات علماء اہل کتاب سے منقول ہوتے ہیں۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ:

(۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹)

”تم نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی انہیں جھلاؤ۔“

اس لیے چونکہ ہمیں ایسے فضل کی تصدیق یا تکذیب سے دور رہنے کی ہدایت ہے تو تفسیر قرآن کے ضمن میں ایسے تکلفات، کہ ان سے طویل قصہ نقل کیے جائیں ضروری نہیں،“

ایک طرف شانِ نزول کی اہمیت مسلم ہے اور دوسری جانب ہر آیت کو کسی واقعے سے بطور شانِ نزول مسلک کرنا بھی فائدے سے خالی تو پھر وہ کیا پیانا ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ کہاں شانِ نزول کی کھوچ ضروری ہے اور کہاں بے فائدہ؟

صحیح صالح کہتے ہیں کہ عذاب و ثواب، احوالی قیامت، مستقبل کے واقعات غیب، واقعات ماضی اور انبیاء و امم سابقہ سے متعلق آیات کے معنائیں کی تعمیین شانِ نزول سے مشروط نہیں ہے، اس لیے کہ یہ کسی سوال یا حادثہ کے بغیر نازل ہوئیں اور اپنے سیاق و سبق سے مربوط ہیں۔ (۲۰) شادہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

”مفسر کے لیے صرف دو چیزوں کا علم ضروری ہے۔ ایک تو وہ واقعات جن کی طرف آیات قرآن میں اشارہ دیا گیا ہو، کیونکہ ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنا بغیر ان واقعات کے علم کے نامکن ہے۔ دوسرے وہ واقعات جن کی وجہ سے کسی عام حکم میں کسی طرح کی تخصیص ہوئی ہوئیا جو آیات کے مفہوم میں تبدیلی کر دیتے ہوں، اور انہیں ظاہر مفہوم سے کسی اور طرف موزودیتے ہوں۔ کیونکہ ان واقعات کے علم کے بغیر بھی آیات کا صحیح مفہوم اور مقصد تعمیین کرنا ناممکن ہے۔“ (۲۱)

گویا ایسی آیات جن میں کسی واقعے کی جانب اشارہ ہو یا اسی آیات جن کا مفہوم شانِ نزول کی معرفت سے ہی تعمیں ہو، یعنی ان میں بیان حکم کے عموم میں خصوص یا تبدیلی حکم بوجہ شانِ نزول معلوم ہو کے علاوہ باقی امور میں شانِ نزول کی کھوچ مفسر کے لیے ضروری نہیں۔ اگرچہ شانِ نزول سے اس حالت و کیفیت کا علم ہو جاتا ہے جس میں کوئی آیت نازل ہوئی

تاہم بقول ڈاکٹر عرفان خالد یہ یاد رکھنا چاہیے کہ:  
 ”واقعات کی دلالت و رہنمائی اس حد تک معتبر سمجھی جائے گی جس حد تک ان کی تائید  
 قرآن مجید کی ان تصریحات سے ہوتی ہو جن کے متعلق یہ واقعات بیان کیے گئے ہیں۔  
 اگر ان واقعات سے یہ صراحت ملتی ہو کہ یہ واقعات قرآن مجید کی آیات کے الفاظ و  
 معانی کے بر عکس دلالت کرتے ہیں تو ان واقعات کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔“ (۲۰)

علماء تفسیر و علوم القرآن کی آراء کی روشنی میں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیات قرآن  
 کے صحیح فہم میں معرفت شانِ نزول سے صرف نظر ممکن نہیں۔ تاہم یہ بھی فائدہ سے خالی ہے کہ ہر  
 آیت کا شانِ نزول متعین کرنے کی سعی کی جائے اور پھر عام معنی قرآن کو ایسے واقعات سے  
 خاص کرنے یا ان میں کسی تخصیصی پہلو کا اضافہ کرنے کی کاوش کی جائے۔ آیات قرآن کے  
 معانی و مقایم جانے کے لیے شانِ نزول کے بیان پر مبنی احادیث و آثار سے آگاہی ناگزیر  
 ہے تو اس بات کا تعین بھی لازم ہے کہ ان میں سے کون سے آثار کا آیات قرآن سے ناگزیر  
 تعلق ہے اور کون سے آثار ایسے ہیں کہ ان کے بغیر بھی معانی کی تفہیم ممکن ہے۔

### حوالی

- (۱) اکبر آبادی، سعید احمد، فہم قرآن (لاہور: اوارہ اسلامیات، ۱۹۸۲ء)، ص ۷۱۔
- (۲) سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن (لاہور: کتاب الحلم، س ن)، بحوالہ ڈاکٹر صحی  
 صالح، علوم القرآن (فیصل آباد: ملک سرزا، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۸۵۔
- (۳) ڈھلوں، ڈاکٹر عرفان خالد [و دیگر]، علم اصول فقہ: ایک تعارف (اسلام آباد: شریعتہ اکیڈمی  
 ۲۰۰۶ء)، ج ۱، ص ۱۸۰۔
- (۴) ہاشمی، ڈاکٹر طفیل حسین، اسلام میں تحقیق کے اصول و مبادی (اسلام آباد: علامہ اقبال اور پن  
 یونیورسٹی، س ن)، ص ۱۲، ۱۳۔
- (۵) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحکیم، مقدمہ اصول تفسیر، مترجم محمد عطاء اللہ حنیف (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ،  
 ۱۹۶۳ء)، ص ۳۲۔
- (۶) طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تأویل القرآن (مؤسسة الرسالۃ، ۲۰۰۰ء)، ج ۷، ص ۲۰۷۔
- (۷) طبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، ج ۱۰، ص ۵۷۶۔
- (۸) ڈھلوں، ڈاکٹر عرفان خالد، علم اصول فقہ: ایک تعارف، ج ۱، ص ۱۸۰۔
- (۹) صحی صالح، علوم القرآن، ص ۱۸۶۔  
 (باقی صفحہ ۸۰ پر)

## حقیقی مسلم

درس : پروفیسر محمد یونس جنجوہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ يَأْخُذُ عَنِيْهِ هُوَ لَاءُ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعْلَمُ مِنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ)) قُلْتُ : آتَا يَارَسُولَ اللَّهِ فَأَخْدَدْ بِيَدِي فَعَدَدْ خَمْسًا فَقَالَ : ((اَتَقِ الْمُحَارِمَ تَكُنْ اَعْبُدَ النَّاسَ ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسَ ، وَاحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا ، وَاحْبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا ، وَلَا تُكْثِرِ الصِّحْلَكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الصِّحْلَكَ تُبْيِتُ الْقُلُوبَ ))<sup>(۱)</sup>

حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن ہم لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ”کون ہے جو مجھ سے سیکھ لے یہ چند خاص باتیں پھر وہ خود ان پر عمل کرے یا دوسرے عمل کرنے والوں کو بتائے؟“ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ تو آپ نے (ازرا و شفت) میرا ہاتھ اپنے دست سبارک میں لے لیا اور گن کر یہ پانچ باتیں بتائیں۔ فرمایا: ”جو چیزیں اللہ نے حرام قرار دی ہیں ان سے پچھو اور ان سے پورا پورا پرہیز کرو اگر تم نے ایسا کیا تو تم سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے (اور یہ عبادت نقلي عبادت کی کثرت سے افضل ہے) اور اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ، اگر ایسا کرو گے تو تم سب سے زیادہ بے نیاز اور دولت مند ہو جاؤ گے۔ اور (تیری بات یہ کہ) اپنے پڑوی کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر ایسا کرو گے تو تم مؤمن کامل ہو جاؤ گے۔ اور جو تم اپنے لیے چاہتے اور پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لیے بھی

(۱) سنن الترمذی، کتاب الزهد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب من اتفق المحرام فهو عبد الناس۔ ومسند احمد، کتاب باقی مسند المکتوبین، مسند ابی هریرۃ۔

چاہو اور پسند کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقی اور پکے مسلمان ہو جاؤ گے۔ اور (پانچویں بات یہ ہے کہ) زیادہ مت ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تیس سال کی عمر میں اُس وقت ایمان لائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبر میں تھے۔ اگرچہ انہیں آپ <sup>ﷺ</sup> کی صرف تین چار سال کی رفاقت ملی، مگر وہ ایمان لانے کے بعد سایہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ وہ کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی روایات کی مجموعی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔ بعض لوگوں کو یہ بات حیرت میں ڈال دیتی ہے کہ ابو ہریرہ <sup>رض</sup> کی روایات ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کلی گناہ زیادہ ہیں جن کی آپ <sup>ﷺ</sup> کے ساتھ رفاقت پندرہ بیس سال پر محیط ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ <sup>رض</sup> کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آپ <sup>ﷺ</sup> کے سامنے نیسان کی شکایت کی تو آپ <sup>ﷺ</sup> نے فرمایا: ”چادر پھیلاو“ میں نے چادر پھیلا دی۔ آپ <sup>ﷺ</sup> نے اس چادر میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے پھر فرمایا: ”اسے اپنے سینے سے لگا لو“ چنانچہ میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ ابو ہریرہ <sup>رض</sup> کہتے ہیں پھر اس کے بعد میں کبھی نہیں بھولا۔ (بخاری)

اس طرح ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے ایسا علم عطا فرماجو فراموش نہ ہو۔ ان کی اس دعا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہی (تہذیب العجذیب)۔ یہی وجہ ہے کہ آپ <sup>ﷺ</sup> کو اپنے حافظے پر اس قدر بھروسہ ہو گیا تھا کہ آپ <sup>ﷺ</sup> حدیث بیان کرنے میں متrodہ ہوتے تھے اور تأمل نہ کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ <sup>رض</sup> قبلی کی بکریاں چراتے تھے اور ایک بُلی اپنے ساتھ رکھتے تھے، اس وجہ سے ابو ہریرہ (بُلی کا باپ) مشہور ہوئے، اگرچہ ان کا اصل نام عبدالرحمن بن حمزہ تھا۔

اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین کے سامنے چند باتیں بتانے کا ارادہ کیا اور ان کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لیے فرمایا کہ کون ان کو سیکھنا چاہتا ہے جو خود بھی ان پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی ان کی تعلیم دے؟ اس پر جب حضرت ابو ہریرہ <sup>رض</sup> نے اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ <sup>ﷺ</sup> نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔

ان میں پہلی بات یہ تھی کہ تم حرام اور ناجائز کاموں کے قریب نہ جاؤ تو سب لوگوں سے بڑھ کر عبادت گزار بن جاؤ گے۔ تقویٰ نیک اعمال کا سرچشمہ ہے۔ جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لیے منوعات سے پختا ہے گویا وہ سب سے بڑا عبادت گزار ہے، کیونکہ عبادت نام ہے کمل

غلای کا اور غلام وہ ہے جو آقا کافر مال بردار ہو۔ پس جو شخص ہر وقت اللہ کے خوف سے حرام چیزوں سے احتساب کرے گا وہی تو سچا عبد ہے۔ کیونکہ عبادت صرف نماز روزے کا نام نہیں بلکہ یہ تو ایک رو یہ ہے جو انسان کی پوری زندگی پر محیط ہونا چاہیے۔

دوسری بات رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ نے جو کچھ تہماری قسمت میں لکھ دیا ہے اُس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ تو تم سب سے بڑے غنی ہو جاؤ گے۔ حدیث میں آتا ہے:

(الْغُنْيُ غَنِيَ النَّفْسِ) (۱) ”دولت مندی تو دولت کی دولت مندی ہے۔“

پس جس کا دل اس بات پر مطمئن ہو گیا کہ جس حال میں اسے اللہ نے رکھا ہے ٹھیک ہے تو وہ سب سے بڑا غنی ہے۔ وہ مانگے گا تو اللہ سے مانگے گا، کسی دوسرے کے آگے دست سوال دراز کرنے کی ذلت برداشت نہیں کرے گا۔ جو آدمی اللہ کے دیے پر مطمئن نہیں اور کثرت کی خواہش نے اس کا سکون اور چین چھین رکھا ہے، اگر وہ ڈھیروں سونے چاندی کا مالک ہے تو پھر بھی مفلس ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے دیے پر راضی اور مطمئن ہے وہ سب سے بڑا غنی ہے۔

تیسرا بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ اپنے ہمایع کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو مؤمن بن جاؤ گے۔ ہمایع یہ ہر وقت کا ساتھی ہے۔ اُس کے ساتھ حسن سلوک انسان کی اویں ذمہ داری ہے۔ اگر ہمایع کے ساتھ تعلقات ایچھے نہ ہوں گے تو ہر وقت کی پریشانی ہو گی۔ زندگی آسودہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمایع کے ساتھ تعلقات خوب شکور ہوں۔ یہاں ہمایع کے ساتھ حسن سلوک کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے تین مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ شخص ایمان والا نہیں جس کا ہمایع اس کے شرے محفوظ نہیں۔ ہمایع کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اتنا زور دیا کہ مجھے محسوں ہونے لگا کہ شاید ہمایع کو وراثت میں حق دار بنا دیا جائے گا۔ پس ہمایع کے ساتھ حسن سلوک جہاں دنیاوی طور پر اسکن و سکون کا باعث ہے وہاں ایمان کی علامت بھی ہے۔

چوتھی بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ تم دوسرے کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اس طرح تم مسلم ہو جاؤ گے۔ ظاہر ہے کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا

(۱) صحیح البخاری، کتاب الرفاق، باب الغنی غنی النفس۔

کا اسے تکلیف ہو وہ ستایا جائے یا اسے نقصان پہنچے۔ اگر ہر شخص دوسروں کے لیے بھی ایسے ہی جذبات رکھے تو اقی دنیا جنت نظیر بن جائے، کیونکہ ہر شخص خود کو حفاظ اور ماماؤں محسوس کرے گا۔ اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بھی فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان حفاظ ہیں۔ یہ الفاظ تو مختصر ہیں مگر ان کی جامعیت کا اندازہ لگائیے کہ اس طرزِ عمل سے پورا مسلمان معاشرہ اُسکے کا گھوارہ بن جائے گا، جرام اور بد عنوانی کی تمام صورتیں ختم ہو جائیں گی، کیونکہ ہر برائی دوسروں کے لیے نقصان کا باعث اور حقوق کی تلفی کا سبب ہوتی ہے۔

پانچویں بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ زیادہ ہنسانہ کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ دل مردہ ہو تو احساس زیاد جاتا رہتا ہے۔ اسلام تو دین و سلط ہے یہ درمیانی چال کو پسند کرتا ہے۔ خوشی کا موقع ہو تو انسان اس قدر بے باک نہ ہو جائے کہ بُرا وقت آنے کا احساس ہی ختم ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی صدمہ پہنچ تو وہاں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ قیقبے تو وہی شخص لگائے گا جو قلفر داسے بیگانہ ہو۔ جس شخص کے ذہن میں یہ چیز مختصر رہے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، کیا پتا موت کا وقت کب آ جائے وہ غفلت کا شکار کیسے ہو سکتا ہے اموت تو اچاک بھی آ سکتی ہے، اگر اس بات کا احساس ہو تو قیقبے لگانا کس کو سوچتے ہیں! رسول اللہ ﷺ محبوب خدا اور خیر الخالق تھے، آپ نے کبھی کبھی تبسم فرمایا ہے مگر کھل کھلا کر کبھی نہیں بنتے۔ زیادہ ہنسنا غفلت اور بے خوفی کی علامت ہے؛ جس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ مگر دل کی تو زندگی مطلوب ہے تاکہ موت آئے تو اس حال میں کہ دل اور ضمیر زندہ ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: «لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ»، تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کتم مسلمان ہو۔

نصیحت کی یہ پانچ باتیں حکمت کا خزانہ ہیں۔ ان پر خو عمل کرنا اور دوسروں کو ان کی تبلیغ کرنا ہر مسلمان کا مشن ہونا چاہیے تاکہ معاشرے میں اُسکوں کا دور دورہ ہو دنیا کی زندگی بھی اطمینان سے گزرے اور اگلی زندگی کے لیے بھی اپنے اعمال ذخیرہ ہو جائیں۔



# جماعت سازی کی ضرورت

## اور اس کی بنیاد میں

قاریٰ مکھیٰ اشرف عبدالغفار\*

### جماعت کا مفہوم

جماعۃ (ع) مادۃ جم ع سے ہے۔ جمَعَ کے معنی ہیں الٹھا کیا، اتفاق کیا، متفرق چیزوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر ملا دیا، موافقت کی، متفرق اور بکھری ہوئی چیزوں کو یکجا کیا۔ اجْمَعَ اسی مادہ سے بروزن افْعُلَ ہے۔ مَجْمُوعٌ سے مراد ہے ان اشیاء کا مجموعہ جنہیں اوہراؤہر سے الٹھا کر لیا گیا ہو ہر چند کہ وہ شے واحده ہوں (الَّذِي جُمِعَ مِنْ هُنَا وَهُنَا وَإِنْ لَمْ يَجْعَلْ كَالشَّيْءِ الْوَاحِدِ)۔ امر جامِعٌ کے معنی ہیں وہ اہم معاملہ جس کے لیے جمع ہوں۔ اجتماعت کذا کا محاورہ عام طور پر اس چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس پر غور و فکر سے پہنچا گیا ہو۔

جو امَعْ جامِع اور اجْمَاع کے الفاظ اسی مادے سے ہیں اور مَجْمُوع، جَمْع، جَمِيع اور جَمَاعَة کے ایک ہی معنی ہیں۔

جماعۃ کے معنی ہیں گروہ، پارٹی۔ ازروئے لسان العرب: عدد کل شے و کثرتہ۔ اور تاج العروس میں ہے الجمع: جماعت الناس۔ گویا جمع کا لفظ مصدر بھی ہے اور جماعت الناس کا اسم بھی اور جمع کے معنی ہیں: المجتمعون اور اسی کی جمع ہے جموع۔ جماعت کا استعمال عام ہے، یعنی صرف انسانوں کے اجتماع تک محدود نہیں، مثلاً کہا جاتا ہے جماعت الشَّجَر وَ جَمَاعَةُ النَّبَاتِ<sup>(۱)</sup>

\* ریسرچ ایسوی ایسٹ شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور

مادہ (حج م ع) کا استعمال ہر چند کہ قرآن مجید میں متعدد بار ذکر ہوا ہے تاہم لفظ "جماعۃ" الفاظ قرآنیہ میں سے نہیں ہے، لیکن حدیث میں جماعت کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے اور وہاں اس کے مختلف مفہوم ہیں:

(۱) مثلاً بنیادی طور پر جماعت کا لفظ با جماعت نماز میں شریک ہونے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا قَمَّا قَوْقَهُمَا جَمَاعَةً))<sup>(۱)</sup>

"یعنی" با جماعت نمازو دو یادو سے زیادہ افراد کے شریک نماز ہونے سے ہوتی ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْقَدِيرَبِسَعْيٍ وَعِشْرِينَ درَجَةً))<sup>(۲)</sup>

"با جماعت نماز کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے تاکہیں نماز یادہ ہے۔"

اس سلسلے میں مزید دیکھئے: (۱) صحیح البخاری، کتاب البيوع، باب ۴۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد، (۳) مسند احمد بن حنبل ج ۲۷۶/۱ - ۲۸۲ - ۶۵۱۲

و سنن النسائی، کتاب الامامة وغیرہ۔

اس سلسلے میں جب امام کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے امام نماز مراد ہوتا ہے،

جیسے فرمایا:

((إِذَا رَأَكُنَّ الْإِمَامُ فَارْكَعُوا))<sup>(۴)</sup>

"جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔"

(۲) جماعت کا لفظ احادیث میں اس جماعت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو کسی امام کی

اطاعت پر جمع ہوگی۔ یہ استعمال ان احادیث میں ہوا ہے جہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ مثلاً:

((فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ.....))<sup>(۵)</sup>

یعنی ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی نہ جماعت ہو اور نہ ان کا کوئی امام کیا طریقہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

(۳) جماعت کا لفظ نبی اکرم ﷺ نے ان سیاسی وثیقوں میں بھی استعمال کیا ہے جو

اہن سعد نے نقل کیے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے صاحب بحرین کو جو خط لکھا تھا اس کے

الفاظ یہ ہیں:

وَادْعُوكَ اللَّهُ وَحْدَةً تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَتُطْبِعَ وَتَدْخُلَ فِي الْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُ خَيْرٌ لَكَ<sup>(۶)</sup>

یعنی تو ہماری جماعت میں داخل ہو جا۔ یہاں مسلمانوں کی سیاسی، قانونی اور حکومتی اساس پر تنظیم مراد ہے۔ انہی معنوں میں جماعت کا لفظ اس حدیث میں بیان ہوا:

((وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ))<sup>(۷)</sup>

(۸) احادیث میں جماعت کا لفظ مندرجہ ذیل معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے، اس سلسلے میں موجود کچھ احادیث یہ ہیں:  
 ((يَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ))<sup>(۸)</sup>  
 ”جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔“

یہاں پر جماعت سے مراد جماعت حق ہے، یعنی حق کی پیروی کرنے والے۔ اور حق کی پیروی کرنے والے دراصل اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ پس جو کوئی بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے بھوئی عقائد اور افکار کے مطابق ہے وہ جماعت حق میں ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:

((أَمَّا تَرَكُ السُّنَّةَ فَالْخُرُوجُ مِنَ الْجَمَاعَةِ))<sup>(۹)</sup>

”سنۃ کو ترک کرنا تو جماعت سے نکل جانا ہے۔“

یعنی جس نے سنۃ ترک کی وہ جماعت سے نکل گیا۔

حدیث میں ہے:

((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا ماتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً))<sup>(۱۰)</sup>

”جس نے ”جماعت“ سے باشٹ بھر بھی علیحدگی اختیار کی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

((إِنَّ أَمَّتَ سَفَرْتِيقَ عَلَى ثَتِينِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ))<sup>(۱۱)</sup>

”میری امت ۷۲ فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے جو جماعت ہوگا۔“

بعض مشہور فرقے یہ ہیں: خوارج، معززلہ، شیعہ وغیرہ۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:

كتاب الفرق بين الفرق، ص ۸، وبعد۔

(۵) احادیث میں جماعت کا لفظ عامۃ اسلامین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جنہیں قوم نسل، زبان اور ملک کے اختلاف سے قطع نظر، محض دینی اور اسلامی رشتہ نے مسلمانوں کی ایک قوم بنادیا۔

(۶) فقهاء جماعت کا لفظ با جماعت نماز ادا کرنے والوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے نزدیک جماعت کا اصولی مفہوم وہ جماعت صحابہ ہے جو نماز میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوتی تھی۔ بعد میں نماز سے قطع نظر صحابہ کی پوری جماعت مرادی جانے لگی۔ جنہیں عقائد میں یہ خیال برابر کام کرتا رہا کہ حقیقی مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ کو پیش نظر رکھا جائے اور جماعت صحابہ کے تعالیٰ کو مد نظر رکھا جائے۔

جماعت کے تصور کے بارے میں مختلف مکاتب فکر میں اختلاف ہے۔ مثلاً امام طبری رض کے خیال میں جماعت کا مفہوم صرف صحابہ تک محدود نہ رکھا جائے۔ امام ابن تیمیہ رض کے بقول ”جماعت“ کا مطلب ہے اجتماع، اس کی ضد فرقہ ہے۔ اگرچہ جماعت کا لفظ خود مجتمع ہونے والوں پر بھی بولا جاتا ہے<sup>(۱۲)</sup> لیکن جب جماعت کا لفظ است کے ساتھ بولا جائے مثلاً اہل السنۃ والجماعۃ تو وہاں اس سے اس امت کے سلف مراد ہوتے ہیں۔ یعنی صحابہ اور تابعین جو اللہ کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت شدہ حق صریح پر رہے ہوں۔<sup>(۱۳)</sup> ابو شامة لکھتے ہیں کہ جہاں جماعت سے وابستگی اور لزوم کا حکم آیا ہے وہاں اس سے مراد حق سے وابستگی اور اس کا اتباع ہے، چاہے حق پر جنہے رہنے والے لوگ کم اور اس کے مخالف زیادہ ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ حق وہ ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رض والی جماعت تھی۔<sup>(۱۴)</sup>

ایک بار عبد اللہ بن المبارک سے ”جماعت“ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”ابو بکر اور عمر“۔ کسی نے کہا ابو بکر اور عمر تو فوت ہو چکے ہیں! فرمایا: ”تو پھر فلاں اور فلاں“۔ اس نے کہا وہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ ابن المبارک نے کہا: ”(تو پھر) ابو حزہ سکری جماعت ہیں“۔<sup>(۱۵)</sup> چنانچہ امام ابن المبارک نے جماعت کی تفسیر اس شخص یا اشخاص سے کی ہے جن میں کتاب و سنت کی مکمل اتباع کی صفات پوری ہوتی ہوں۔ اس لیے ان لوگوں کو بطور مثال پیش کیا ہے جن کی اقتداء کی جاسکئے اور اس لحاظ سے اپنے زمانے میں صرف ابو حزہ سکری کا ہی ذکر کیا ہے جو کہ اہل علم و فضل اور زہد و روع میں یگانہ تھے۔ جہاں تک

ان احادیث کا تعلق ہے جن میں التزامِ جماعت اور اس سے عدم خروج کوفرض قرار دیا گیا ہے تو علماء کے مابین اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ ان احادیث میں جماعت کے لفظ سے مقصود کیا ہے۔ مگر یہ اختلاف کسی بڑے تضاد یا تعارض پر نہیں ہے بلکہ اسے زیادہ توقع قرار دیا جاسکتا ہے۔ کچھ تفصیل اور مذکور ہے اور مزید تفصیل کے لیے آگے دیکھتے ہیں:

☆ امام بخاری رض کے نزدیک جماعت سے مراد اہل علم ہیں۔<sup>(۱۶)</sup>

☆ امام ترمذی رض فرماتے ہیں: اہل علم کے نزدیک جماعت کی تفسیر یہ ہے کہ وہ اہل فقہ اور حاملین علم و حدیث ہیں۔<sup>(۱۷)</sup> اسی طرح ابن سنان کا قول بھی ہے کہ اس سے مراد اہل علم اور اصحاب الٹار (محدثین) ہیں۔<sup>(۱۸)</sup> ایک قول یہ بھی ہے کہ جماعت سے مراد اہل اسلام کی جماعت ہے، جب وہ شریعت کے کسی مسئلے پر اجماع کر لیں۔ اور یہ قول اس حدیث سے مأخوذه ہے:

((إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالٍ))<sup>(۱۹)</sup>

”یقیناً میری امت ضلالت (گمراہی) پر مجتمع نہیں ہوگی۔“

امام ابن حجر و امام نوویؒ نے امام احمد بن حنبلؓ کا قول نقل کیا ہے کہ:

ان لم يكُنوا أهلاً للحديث فلا ادرى من هم۔ وقال عياض اراد احمد بن حنبل رحمة الله أهل السنة والجماعة۔

”اگر یہ اہل حدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہو سکتے ہیں۔ قاضی عیاضؓ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل کی مراد اہل سنت والجماعت ہیں۔“

ترمذی کے مشہور شارح قاضی ابن العربي فرماتے ہیں:

لزوم الطريقة التي يتمسك بها الناس ولا يكون المرء شاداً خارجاً عن منهاجمهم وهذه الجماعة هي الصحابة والتابعون والأخيار المسلمين في جادة الدين ومنهاج الحق المبين<sup>(۲۰)</sup>

”اس طریق کا التزام کرتا جس پر دوسرا لوگ عمل کرتے ہیں، اور یہ کہ انسان ان کے راستے سے الگ نہ رہے۔ یہ الجماعة (جس کے التزام کا حکم دیا گیا ہے) صحابہ و تابعین اور بہترین مسلمانوں کی جماعت ہے جو دین اور حق کی شاہراہ پر قائم رہتے ہیں۔“

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ اس جماعت کے افراد ایک ہی مقام پر کام

کرتے ہوں؛ بلکہ زمین کے اقطار و اطراف میں پھیلے ہوئے کوئی بھی ہو سکتے ہیں۔ کچھ ان میں سے بہادر اور دلیر مجاہد ہوں گے، کچھ فقہاء اور محدثین ہوں گے، کچھ امر بالمعروف والنھی عن الممنکر کا کام کرتے ہوں گے اور کچھ خیر اور بھلائی کے دوسرا سے کام کرتے ہوں گے۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ یہ صورت حال دونہ نبوی میں صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک قائم رہی ہے اور اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ کا وہ حکم نہ آ جائے جس کا ذکر حدیث میں ہوا ہے۔<sup>(۱)</sup>

شah ولی اللہ نے جماعتِ اُسْلَمِیین کا لفظ جماعت کفار کے مقابلے میں استعمال کیا ہے۔ علامہ رشید رضا کے نزدیک بھی جماعت کے مفہوم میں وسعت ہے، خاتمه کی طرح محدود نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جماعت سے مراد ہر عہد کے ارباب حل و عقد ہیں۔ لیکن وہ یہ بات بر ملا کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں جماعت سے مسلمانوں کا سوادِ عظم مراد لیا جاتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”اس بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو جا بیت اور حیاتِ جا بیل سے تعبیر کیا ہے۔ افراد تباہ ہو سکتے ہیں لیکن ایک صالح جماعت کبھی تباہ نہیں ہو سکتی، اس پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ان کے نزدیک جماعت سے مقصود افراد کا ایسا مجموعہ ہے جس میں اتحاد، اختلاف، امتراج اور انظم ہو۔ اجتماع کے یہ خواص و اوصاف نہ تو حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ قائم رہ سکتے ہیں جب تک کوئی بالآخر، فعال اور مدد بر طاقت وجود میں نہ آئے اور وہ منتشر افراد کو ایک متحد اور موتکف و ممزوج اور منظم جماعت کی شکل میں قائم نہ رکھے۔“<sup>(۲)</sup>

اسلام میں مسلمانوں کی جماعت کی تخلیق کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ تم وہ بہترین امت ہو جو خلاف شریعت اور قانون تمام اطاعتیں کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو ایک اللہ کی اطاعت کے تحت اور اس کے قانون کی پابندی میں نہ ہوں۔ کیونکہ اپنے ملک کا ایک ہی جائز ملک اور اپنی خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے۔ مولانا آزاد ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، نکنک پتھر کا ایک ڈھیر ہے، مگر نہ تو ”جماعت“ ہے نہ ”امت“ نہ ”قوم“ نہ ”اجماع“ ایشیں ہیں مگر دیوار نہیں، نکنک ہیں مگر پہاڑ نہیں، قدرے ہیں مگر دریا نہیں، کڑیاں ہیں جو کوئے نکلے کر دی جاسکتی ہیں، مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کر سکتی ہیں۔“<sup>(۳)</sup>

شیخ الحدیث مولانا گوہر حسن رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند اپنی کتاب تفہیم المسائل، جلد ۵ میں اسی

عنوان کے تحت الجماعت بحقیقی اہل السنۃ والجماعۃ لکھتے ہیں:

”احادیث میں الجماعت کا اطلاق ان تمام مسلمانوں پر بھی ہوا ہے جو فکر و عمل کے اعتبار سے سنت رسول اور سنت اصحاب رسول کا التزام کرتے ہیں، جن کو اصطلاحاً اہل السنۃ والجماعۃ کہا جاتا ہے۔ الجماعت کا یہ مفہوم اس حدیث سے مأخوذه ہے جو اخلاق اہل السنۃ نام سے مشہور ہے ..... مشہور اسلامی فرقے تو آج صرف دو ہیں، ایک اہل السنۃ والجماعۃ اور دوسرا شیعہ۔ مگر یہ بات کبھی بھولنی نہیں چاہیے کہ اہل سنت میں وہ تمام مکاتب فقہ شامل ہیں جو سنت رسول اور سنت اصحاب رسول کا عقیدہ اور عمل دونوں میں التزام ضروری رکھتے ہیں۔ حفظیہ شافعیہ مالکیہ، حنبلیہ، اہل حدیث اور اہل القلاطیر یہ سب اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل ہیں۔ اس طرح پاکستان اور عالم اسلام کی وہ تمام اسلامی تحریکیں اور دینی تنظیمیں جو مذکورہ اصول کا التزام کرتی ہیں، جس نام سے بھی موسوم ہوں، سب کی سب اہل سنت والجماعۃ میں شامل ہیں اور سب ایک بہت بڑی عالمی نظریاتی جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے اعضاء ہیں اور اس کی ذیلی برادر تنظیمیں ہیں۔ فروع اور جزئیات میں تعمیر و اجتہاد کے تنویر کی وجہ سے جو اشتلافی آراء اہل السنۃ کے مکاتب فقہ کے درمیان موجود ہیں یا طریقیں کار، حکمت عملی اور تدبیر کا جو تنویر اہل السنۃ کی ذیلی برادر تنظیموں اور تحریکوں میں نظر آ رہا ہے یہ اہل السنۃ کے ملت واحد اور الجماعت ہونے کے منافی نہیں ہے۔“<sup>(۲۴)</sup>

ڈاکٹر کمال المصری ایک سوال کے جواب میں مفہوم جماعت اس طرح تحریر کرتے ہیں: ”سنن بنوی سے جو آثار ہمیں ملتے ہیں ان آثار کی روشنی میں جماعت کے دو مفہوم ہیں: (۱) مفہوم اعتمادی (۲) مفہوم سیاسی۔

**(۱) مفہوم اعتمادی:** مفہوم اعتمادی میں اشارہ ہے کسی جماعت کی دعوت اور طریقہ (منج) کی طرف کر کیا یہ دعوت اور طریقہ کار اہل سنت والجماعۃ کے بنیادی عقائد و افکار کے مطابق ہیں؟ اگر مطابق ہیں تو یہ جماعت سازی صحیح ہے اور اگر مطابق نہیں ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

**(۲) مفہوم سیاسی:** جس میں اشارہ حکومت اور نظام سیاست کی طرف ہے جو مذکورہ دعوت اور طریقہ کار را فذ کرنے کے لیے تیار ہے۔ دراصل دونوں مفہوموں کو جمع کرنے سے معنی مکمل ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر وہ اجتماع جو اسلام کی خدمت کے لیے اٹھا ہو وہ جماعت کے مفہوم میں

شامل ہے۔ کیونکہ دراصل مقصد اسلام کی خدمت کرنا ہے اور جماعت و اجتماعات تو وسیلہ میں اور وسیلے کی بھی شکل میں باقی ہو وہ مجرد وسیلہ ہے اور یہ جماعتوں کا وجود ایک شرعی ضرورت ہے کیونکہ بعض فرائض کی ادائیگی بغیر جماعت کے ممکن نہیں ہے اور ما لا یتم الواجب فہو واجب۔ چونکہ جماعت سازی وسائل میں سے ہے نہ کہ مقاصد اس لیے ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ سفر کی صورت میں منزل تک پہنچنے کے لیے بہتر انپورٹ کا انتخاب کریں۔ لہذا اسلام کی خدمت کے لیے اور اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے بھی آپ کے سامنے جو آسان اور جامع راست موجود ہو وہ اختیار کریں خواہ وہ فرد کی شکل میں ہو، خواہ جماعت یا حکومت کی شکل میں۔ بہر حال موازنه موائزہ رہے اور نظر مقاصد پر رہے نہ کہ وسائل پر۔<sup>(۲۵)</sup>

#### فتاویٰ دربارہ جماعات اسلامیہ

فتاویٰ کا نمبر ۲۷۸۸ ہے اور عنوان تعدد الجماعات اسلامیہ لا باس بہ مادامت ملتزمہ بالکتاب والسنۃ۔ تاریخ فتویٰ ۱۶ صفر ۱۴۲۰ھ بطبق ۲/۱۹۹۹ اور سوال ہے: ماحکم تعدد الجماعات الاسلامیہ؟ فتویٰ کا مختصر مفہوم اور ترجمہ یہ ہے:

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وآلہ واصحابہ

اما بعد!

پس ہر کوشش جو اقامت دین اور دعوت الی اللہ کی طرف ہو (حکمت اور موعظت حنہ کے ساتھ) ایسی کوشش میں خیر ہے۔ ہر وہ جماعت جو اہل سنت و جماعت کے طریقہ کار کے مطابق ہو وہ خیر اور ہدایت پر ہے۔ تو ایسی متعدد جماعتوں جو علاقائی اختلاف اور خصوصیات کے ساتھ ہوں، کوئی مفہما نہیں (یعنی جائز ہے) جب تک اہل سنت و جماعت کی حدود سے قول و عمل باہر نہ ہوں، اور اگر فرقہ واریت پر اور متعصب اور قوم پرست ہوں تو یہ جائز نہیں ہے۔  
عبدالله الفقیہ مفتی و نگران مرکز الفتوى بالشبکة الاسلامية نٹ<sup>(۲۶)</sup>  
متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں فضیل و حکیم صرف میں۔

## خلاصہ

ذکورہ بحث کے تقت جو اہم اقوال جماعت کے مفہوم کے بارے میں ہیں یا جن کے لزوم کا احادیث میں حکم وارد ہوا ہے کام حل یہ ہے کہ جماعت کے مفہوم کے تین پہلو ہیں:

(۱) ایک تو یہ ہے کہ جماعت ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ایک امام (ظیفہ) پر شریعت کے تقاضوں کے مطابق مجتمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس ”جماعت“ کا لزوم واجب ہے اور اس سے خروج حرام ہے، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔

(۲) الجماعة کا اطلاق ان تمام مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع صحابہؓ کا التراجم کرتے ہوں، اگرچہ ان کے پاس حکومت اور اقتدار موجود نہ ہو، جن کو اہل السنۃ والجماعہ کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جماعت ”مَهْبَّ حَقٌ“ کا نام ہے۔ جماعت کی یہ تفسیر کہ اس سے مراد صحابہؓ ہیں یا اہل علم ہیں یا اہل اجماع ہیں یا یہ کہ سوادِ عظیم ہیں، یہ بھی کچھ ایک معنی کی طرف لوٹتا ہے اور وہ یہ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس راستے پر چلتے والے ہوں جس پر اللہ کے رسول اور ان کے صحابہؓ کرامؓ تھے، خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ اور چاہے امت کے احوال یا زمان و مکان کا کتنا بھی فرق کیوں نہ ہو۔ اسی لیے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت پر ہو چاہے تم اسکیلئے ہی کیوں نہ ہو۔<sup>(۲۷)</sup>

ایک دوسری روایت کے الفاظ میں ان کا قول یوں ہے: جماعت اللہ کی اطاعت کی موافقت ہی میں ہوتی ہے چاہے تم اسکیلئے ہی کیوں نہ ہو۔<sup>(۲۸)</sup>

اور وہ احادیث جو افتراقی امت سے متعلق ہیں اور ”يَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ“، وغيرہما ساری اس جماعت حق پر دلالت کرتی ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا۔

(۳) الجماعة کا اطلاق عالم اسلام کی ان تمام منظم تنظیموں پر ہوتا ہے جن کے دستور اور طریق کار میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی چیز موجود نہ ہو اور وہ اقامتِ دین و نفاذِ شریعت اور دعوتِ دین و غلبہِ دین کے لیے جدوجہد کرتی ہوں؛ بقول مولانا گوہر حسنؒ وہ سب کی سب الجماعہ یا جماعت اسلامیین کی برادر تنظیمیں اور ذیلی شاخیں ہیں، بشرطیکہ وہ طریقہ کار، حکمت عملی، تنظیم و تربیت کے نظام اور اجتہادی مسائل میں اختلاف آراء کے باوجود پارٹی تعصباً اور فرقہ واریت کے جراشیم سے محفوظ ہوں اور جسد واحد کے مختلف اعضاء کی طرح باہمی تعاون و تناصر کے ساتھ دعوتِ دین اور اقامتِ دین اور غلبہِ دین کے لیے کام کرتی ہوں۔<sup>(۲۹)</sup>

یہی بات شیخ عبد اللہ بن بازر نے بھی ذکر کی ہے:

”اگر اسلامی جماعات اہل السنۃ والجماعہ کے عقائد کے مطابق ہیں تو کوئی بات نہیں (یعنی جائز ہے)، اگرچہ ایک سے زائد جماعات ہوں لیکن ان کا ہدف اور طریقہ ایک ہونا ضروری ہے (یعنی اہل السنۃ والجماعہ)۔“<sup>(۳۰)</sup>

## ضرورت

اقامت دین کی جدوجہد کے لیے جماعت کا قیام والتزام لازم ہی نہیں بلکہ واجب اور فرض ہے۔ ایسی جماعت کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ مبارکہ ملتے ہیں:

﴿وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمُعْرُوفِ وَنَهَايُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران)

”اور تم میں سے ایک جماعت تو ایسی ضرور ہوئی چاہیے جو نیکی کی طرف بلاتی ہو؛ بھلائی کا حکم دیتی ہو اور برائی سے روکتی ہو۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔“

امام افسرین محمد بن جریر الطبری رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۱۰ھ) ان آیات کی تفسیر میں

لکھتے ہیں:

ولَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ جَمَاعَةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ يَعْنِي إِلَى الْإِسْلَامِ وَشَرَائِعِهِ  
الَّتِي فَشَرَعَهَا اللَّهُ لِعِبَادِهِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمُعْرُوفِ يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِاتِّبَاعِ  
مُحَمَّدٍ سَلَّمَ وَدِينِهِ الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَنْهَا عَنِ  
الْكُفَّرِ بِاللَّهِ وَالْكَذِيبِ بِمُحَمَّدٍ سَلَّمَ وَبِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ<sup>(۱)</sup>

”(اے اہل ایمان!) لازم ہے کہ تم میں سے ایسی جماعت موجود ہے جو خیر کی دعوت دیتی ہو، یعنی دین اسلام اور ان احکام شرعیہ کی دعوت دیتی ہو جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جاری کیا ہے اور معروف کا حکم دیتی ہو، یعنی محمد ﷺ اور اس کے دین کی پیروی کا حکم دیتی ہو جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے ہیں اور برائی سے روکتی ہو، یعنی اللہ کا کفر کرنے سے، محمد ﷺ کو جھلانے سے اور اس دین کو جھلانے سے روکتی ہو جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے ہیں۔“

ابن جریر الطبری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالتفصیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں ”من“، ”تعیف“ کے لیے ہے، خیر و معروف سے مراد دین اسلام اور اللہ کی شریعت ہے اور مکر سے مراد تمام خلاف شریعت امور ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام اور شریعت زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے احکام و تعلیمات کا نام ہے، صرف چند عبادات اور اخلاقی اصولوں کا نام تو نہیں ہے، اس لیے اسلام و شریعت کی دعوت دینے والی جماعتیں سیاست اور معاشرت کو اپنے پروگرام اور منشور سے خارج نہیں کر سکتیں۔

جب پورے دین کی دعوت وی جاتی ہو تو اسلامی سیاست کی دعوت کو اس سے باہر نہیں رکھا جاسکتا۔ ایسی جماعتیں دینی اور سیاسی کہلائی جاسکتی ہیں جن کا ثبوت اسی آیات مبارکہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جمہور علماء کے نزدیک ”مِنْ“ تعبیریہ ہے۔  
علامہ ابن کثیر رض اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمقصود من هذه الآية ان تكون فرقة من الامة متصدية لهذا الشأن

وان كان ذلك واجباً على كل فرد من الامة بحسبه (۳۲)

”اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ امت میں سے ایک جماعت ایسی موجود رہنی چاہیے جو اسی کام کی جانب متوجہ رہتی ہو، اگرچہ یہ کام امت کے ہر فرد پر اس کی توفیق کے مطابق واجب ہے۔“

ذکرورہ بالتفصیل اور حوالوں سے میرا مقصد اس نکتے کو ثابت کرتا ہے کہ امت مسلمہ کے تمام افراد اگرچہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نهى عن المنکر کے مکفی ہیں لیکن اس کے فرض کی ادائیگی ہر فرد کے لیے مشکل بھی ہے اور فردا فردا غیر منظم طور پر یہ کاہنہ ہو بھی نہیں سکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم میں سے ایسی جماعتیں قائم ہوئی چائیں جو یہ فرض انجام دیں۔ ایسی جماعتیں گویا پوری امت کا فرض ادا کریں گی۔ یاد رکھیے! بقول الشیخ عبد اللہ بن باڑی یہ جماعت اگر ایک ملک کے لیے ہو تو ملکی سلطنت کی کفایت کرنے والی ہو اور اگر یہ جماعت گاؤں تک محدود ہو تو گاؤں والوں کے لیے کفایت کرنے والی ہو اور اسی طرح ایک قبیلے میں اگر جماعت کفایت کرنے والی نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں باقی لوگوں سے حکم ساقط نہیں ہو گا بلکہ سب پر فرض میں ہو گا، ورنہ بصورت دیگر سب گناہگار ہوں گے۔ یہ رائے امام نووی اور معاصر علماء میں سے الشیخ عبد اللہ بن باڑی رض کی بھی ہے۔ (۳۳)

ذکرورہ پاتوں کی مزید وضاحت رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل احادیث سے ممکن ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِذَا خَرَجَ قَلَّا فَلَمْ يُؤْمِنُو أَخَذَهُمْ)) (۳۴)

”جب تین افراد بھی سفر پر ٹکیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔“

ذکرورہ حدیث میں فلیؤمرو اکاذ کر ہے۔ یہ امر کا صیغہ ہے اور تاکید کے ساتھ وجوب پر ولات کرتا ہے۔ پس جب ہر وقت تین بدوں کے لیے سفر کی حالت میں امیر کا انتخاب تاکید کے ساتھ شرعاً واجب ہو گیا تو اس سے زیادہ تعداد کے لیے، جب وہ عارضی حالت سفر میں بھی نہ

ہوں، امیر کا انتخاب بہت زیادہ تاکید کے ساتھ واجب قرار پائے گا۔<sup>(۳۵)</sup>

دوسری حدیث میں ہے:

((لَا يَحِلُّ لِثَالَاثَةِ نَفْرٍ يَكُونُونَ بِأَرْضٍ فَلَأَةٌ إِلَّا أَمْرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدُهُمْ))<sup>(۳۶)</sup>

”تمن اشخاص (افراد) کے لیے، خواہ دہ بیان (صراء)، ہی میں کیوں نہ ہوں، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کر لیں۔“

بیان پر لا یحیل ذکر ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ تمن میں سے ایک کو امیر نہ بنانا گناہ ہے، اور حرام کے مقابل فرض ہے۔ پس تمن بندوں کے لیے حالت سفر میں امیر بنانا شرعاً واجب ہو گا۔

شیعۃ الاسلام ابن تیمیہ بیہقی فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قلیل (کم) ترین جماعت اور سب سے چھوٹے گروہ کے لیے بھی ضروری قرار دیا کہ ان میں سے ایک کو ذمہ دار بنایا جائے تو اس سے زیادہ تعداد میں تو یہ (بالاوی) ضروری قرار پائے گا۔<sup>(۳۷)</sup>

اجتہادی زندگی کی اس تاکید کے باوجود جماعت سازی کی کلی ممانعت کا فیصلہ ہرگز مناسب نہیں ہو گا۔ عالم اسلام کے عظیم داعی، مفکر اور تحریک اسلامی کے عظیم مجاہد اور شہید لیڈر، مفتخر قریب ”فی ظلال القرآن“ سید قطب شہید بیہقی فرماتے ہیں:

”مسلم معاشرہ محسن افراد کے دلوں میں اسلام کی نظریاتی زیاد قائم ہو جانے سے کبھی وجود میں نہیں آ سکتا خواہ ایسے زبانی نام لیواؤں اور دلی خیرخواہوں کی دنیا کے اندر کتنی بڑی بھیڑ جمع ہو جائے۔ اس معاشرے کو برپا کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اسلام کی قوی شہادت ادا کرنے والے ایک ایسی تحریک کی شکل اختیار کریں جو زندگی سے لمبڑی اور فعلی و منظم ہو اس کے افراد کے اندر باہمی تعاون اور تبھی ہو، ہم آہنگی اور ہم نوائی ہو، وہ جدا گانہ شخص رکھتی ہو اس کے اعضاء انسانی جسم کے اعضاء و جوارح کی طرح منظم اجتماعی حرکت کے جلوہ میں اس کے وجود کا دفاع و استحکام کرتے ہوں، اس کی جزوں کو زمین کی گہرائیوں میں اتاریں اور اس کی شاخوں کو افق تا افق وسیع کریں اور ان عوامل و اسباب کا سد باب کریں جو اس کے وجود اور نظام پر حملہ آور ہوتے اور اسے مٹانے کے درپے ہوتے ہیں۔ تحریک کے افراد یہ سب فرائض ایک ایسی بیدار مفترز، ذور اندیش، باضیر قیادت کی رہنمائی میں سرانجام دے سکتے ہیں جو جاہلی قیادت سے مستقل اور جدا گانہ وجود رکھتی ہو۔ جو ایک طرف ان کی حرکت اور تجہیز دو کی عظیم کرے اور اس میں تبھی وحدت اور یگانگت پیدا کرے اور دوسرا طرف ان کے ”اسلامی وجود“ کے

استحکام اور توسعی و تقویت کا انتظام بھی کرے اور اپنے حریف مقابل جانلی وجود کو زائل اور اس کے اثرات کو تاپید کرنے میں ان کی رہنمائی کرے۔ جانلی معاشرے کی تہہ پر تہہ ظلمتوں کے اندر اگر از سر نو اسلام کی شمع فروزان کی جائے گی تو خواہ کوئی ذور ہو اور کوئی ملک، اس کے بغیر قطعاً کوئی چارہ کا رہنے ہو گا کہ پہلے اسلام کے اس حراج اور فطرت کو لازمی طور پر سمجھ لیا جائے کہ اس کی نشوونما ایک تحریک اور ایک نامیانی نظام کے بغیر ہرگز نہ ہو سکے گی۔” (۲۸)

الشیخ ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری، سابق امام مسجد قباء مدینہ منورہ، استاد و دین فیکلی قرآن کریم، اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ، محلہ اوز بکستان المسلمۃ کے ساتھ ایک تفصیلی انترو یو میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح رقم طراز ہیں:

”ہر وہ جماعت اور اسلامی ادارہ جس کا کارکن ایک یا ایک سے زائد شرعی مقاصد کے لیے جمع ہو خواہ وہ اسلامی حکومت کی حدود کے اندر ہو یا اسلامی حکومت کی حدود سے باہر ہو وہ جماعت صفری ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے ایک اسلامی جماعت بنانے اور تاسیس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ بناانا واجب ہے۔ ایسی جماعت کی مثالیں کافی ہیں۔“

ایک مثال: تمیں یا زائد تمیں مسلمانوں کا شرعی مقصد کے لیے سفر پر لکھنا، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ آسان اور جامع الفاظ میں ہر وہ جماعت جو شرعی مقصد کی تکمیل کے لیے جمع ہو، کیونکہ اس قسم کا شرعی مقصد انفرادی طور پر پورا کرنا ممکن نہیں ہے جب تک اس کو اجتماعی طور پر تعادن نہ حاصل ہو۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس طرح کی جماعات اسلامی ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہیں اور اس حوالے سے ہر وہ دعویٰ رد کرتے ہیں جس کی کوئی صحیح بنیاد نہ ہو۔ ایسے لوگوں کا صرف ایک کام ہے دوسروں پر تہمت لگانا اور ان کے بیویوں کی نوہ لگانا۔ ایسے لوگ اسلام کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ اسلام کو زخمی اور غیر صحیح پیش کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ ہوتا چاہیے کہ ایسے لوگ نیک اعمال میں کوشش کریں اور اپنے اوقات اور کوشش کو اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کی خدمت میں وقف کریں نہ کہ غلط تہمت لگانے اور گراہ کرن پر دیگنڈا کرنے میں ان لوگوں کے حق میں جو اسلام کے لیے کام کرتے اور کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہمارا ایک سوال اور گزارش ہے۔ اگر یہ ادارے اور جماعات غلطی پر ہیں تو آپ نہیں دکھائیں کہ صحیح کیا ہے؟ پس

انشیے اور آگے کام کیجیے! اور یہ صحیح مقاصد اور اہداف حاصل کیجیے جن سے یہ لوگ نافل ہیں اور آپ لوگ ان کو متنبہ کریں۔ یہوں اپنا اور دوسروں کا وقت اس طرح کی تجویز میں ضائع کرتے ہیں جس کی کوئی مستند اور قانع دلیل نہیں ہے؟ یہ بات صحیح ہے کہ کوئی مسلمان اور کوئی جماعت بھی ملٹی اور نقص سے پاک نہیں ہے مگر انہیاں علیهم السلام۔ اور جب تک یہ جماعات اہل اللہ والجماعات کے بنیادی عمل اور عقیدے کے مطابق ہیں تو ہم خطای صورت میں غدر پیش کرتے ہیں اور حکمت اور بصیرت کے ساتھ صحیح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تعاون کرتے ہیں۔ ان آیات مبارکہ کے مصداق: ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْقُنْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعَدْوَانِ ﴾ (الہدیۃ: ۲) چنانچہ اس لیے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسی جماعتوں کی امداد اور نصرت کریں، ان کے ساتھ بر قلم کا تعاون کریں اور اگر اس قسم کی جماعات نہیں ہیں تو لوگوں کو چاہیے ایسی جماعات بنائیں، کیونکہ جماعات اور جماع کے بغیر لوگ انفرادی طور پر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور یہ روشن حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔ کوئی دلیل مانگتا ہے تو دلائل بہت۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت سے پہلے کہ میں تھے تو اہل مدینہ نے دو مرتبہ بیعت کی اور یہ عمل اسی ضرورت پر دلالت کرتا ہے کہ جماعت کی تشكیل ہر وقت اور محل کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح بیعت عقباً ولی وغیرہ ذکر انصار کا مہاجرین کے ساتھ اچھا برداشت ہے، یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہوا جب اسلامی حکومت نہیں تھی لیکن اسلامی جماعت نی تھی اور اسی کے تحت امیر کی اطاعت جاری تھی۔ اور فقہی قاعدہ ہے:

**ما لا يعلم الواجب الابه واجب**

"جس چیز کے بغیر فرض کی تکمیل نہیں ہو سکتی وہ فرض ہو جاتی ہے۔"

اسلامی شعائر کو زندہ رکھنا اسلامی حکومت کا کام ہے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت اور حکمران نہ ہوں، تطبیق شرعیت نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ کام مسلمانوں کی ذمہ داری اور خاص طور پر علماء کے ذمے ہو جاتا ہے۔ اور ایک بار پھر اسی نکتے سے ہم جماعت سازی کی اہمیت کی طرف جاتے ہیں کہ طبعی طور پر جماعت کی اہمیت ہے، اور اس قلم کے شرعی امور بغیر منظم طریقے کے پیش کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال دراصل لفظ الجماعة سے ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد مسلمان ہیں۔ مسلمان شرعی قیادت کے تحت اسلام کی سر بلندی کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ جماعت سازی کا جو کہ مزید اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے:

((إِذَا خَرَجَ تَلَاهُ فِي سَفَرٍ فَلْيُوْمِرُوا أَحَدَهُمْ)) (حوالہ زرچا ہے)

"جب تین بندے سفر پر نکلیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنائیں۔"

اس حدیث کی شرح میں امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں اتنی قلیل (کم) تعداد کو جماعت بنانے اور امیر مقرر کرنے کا حکم دیا تو زیادہ تعداد کی صورت میں بطریقہ اولی امیر کا انتخاب واجب ہوگا"۔ (۲۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

واما رأس الحزب فإنه رأس الطائفة التي تحزب اي تصير حزباً فان كانوا مجتمعين على ما امر الله ورسوله من غير زيادة ولا نقصان فهم مؤمنون لهم ما لهم وعليهم ما عليهم. وان كانوا قد زادوا في ذلك ونقصوا مثل التعب لمن دخل في حزبهم بالحق والباطل والاعراض عنن لم يدخل في حزبهم سواء كان على الحق والباطل. فهذا من التفرق الذي ذمه الله تعالى ورسوله فان الله ورسوله امرا بالجماعة والاتلاف ونهيا عن التفرقة والاختلاف واما بالتعاون على البر والتقوى ونهيا عن التعاون بالاثم والعدوان (۴۰)

"جماعت کا رہنمایاں گروہ کا رئیس ہوتا ہے جس نے ایک جماعت کی خلک اختیار کر لی ہو تو اگر یہ لوگوں کے رسول کے احکام پر بغیر سی کی بیشی کے مجتمع ہوئے ہوں تو یہ مومن ہیں۔ ان کے لیے وہ اجر ہے جو ان کے لیے مقرر ہے اور ان پر ان احکام کی پابندی کرنا ضروری ہے جو ان پر لازم ہیں، لیکن اگر انہوں نے اللہ و رسول کے احکام میں کمی بیشی کی ہو مثلاً ان لوگوں کے لیے تعصّب کرنا اور ان کی حمایت کرنا جو ان کی پارٹی (جماعت) میں داخل ہوں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر ہوں تو یہ طرزِ عمل اس گروہ بندی میں شامل ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ مذمت کی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حق پر مجتمع و متحد ہونے اور باہمی اتحاد و ائتلاف کا حکم دیا ہے اور حق سے الگ ہو جانے اور حق سے اختلاف کرنے سے منع کیا ہے، نیکی اور تقویٰ میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور گناہ اور ظلم میں تعاون سے منع کیا ہے"۔

شیخ عبدالعزیز بن باز ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ حق کی ابیان کرے اور حق وہی ہے جسے اللہ اور اس کے

رسول نے فرمایا اور وہ کسی ایک جماعت کو لازم نہ کہا۔ خواہ وہ اخوان المسلمين ہو، جماعت اسلامی، انصار النبی (المی حدیث) یا کوئی دوسری جماعت۔ اگر ان جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کی طرف منسوب ہو تو بغیر کسی غلو کے اس کی صحیح اور درست باتوں کی پیروی کرے جو بنی برحق ہوں۔ اس کی ہر اچھی اور بری بات کو ماننا شرعاً درست نہیں ہے بلکہ حق کی اتباع کرنا ضروری ہے، خواہ حق اخوان المسلمين سے ملے یا انصار النبی سے یا کسی دوسری جماعت سے۔ یعنی ہر حال میں حق کی پیروی اور تعاون کرے، کسی خاص مذہب کا التزام نہ کرے اور اس کی غلط اور باطل چیز کو درست تسلیم نہ کرے۔ ایسا کرنا منکر ہے اور اس کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے۔<sup>(۱)</sup>

اور اسی طرح اس سوال کے جواب میں کہ کیا اسلامی جماعات کا قیام اسلامی ملکوں میں تو جوانوں کی بیداری اور ان کی اسلامی تربیت کے لیے عصر حاضر کی خوبیوں میں سے شمار ہو گا، وہ فرماتے ہیں کہ اس طرح اسلامی جماعتوں کے وجود میں مسلمانوں کے لیے خیر ہے، لیکن ضروری ہے کہ اور کوشش یہ کی جائے کہ حق کی وضاحت دلیل کے ساتھ ہو اور ایک دوسرے کو تنفس نہ کریں اور آپس میں تعاون کی کوشش کی جائے اور ان کی اچھائیاں بیان کریں اور اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ ایسی جماعت ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف دعوت دیتی ہو۔<sup>(۲)</sup>

اور ایک اور فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ یہ ساری جماعتیں فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں اللہ یہ کہ ان میں سے کوئی کفر کرے جس سے وہ اصل ایمان سے خارج ہوتی ہو۔<sup>(۳)</sup>

شیخ کے ندوہ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ دراصل اسلام میں امارتِ کبریٰ ہے اور اس کے ندوہ ان کی صورت میں حق جہاں سے ملے اسے قبول کرنا چاہیے۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

”کتاب و سنت اور سلف صالحین کے حالات کو جاننے والے کسی مسلمان پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ اسلام میں گروہ بندی، خواہ میخ کے اعتبار سے ہو یا اسلوب کے اعتبار سے، اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿..... وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَقِنُّ بِهِ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعَاءَ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدُنْهُمْ فَرِّحُونَ بِهِ﴾ (الروم)

”اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو کٹا۔

عکزے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہیں ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے  
مگن ہے۔“

باقی اسلام میں صرف کتاب و سنت کی دعوت دینا اور (وَمَا آتَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ) پر  
قائم جماعت ہی حزب اللہ ہے : ﴿إِلَّا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ اور ہر گروہ  
جماعت جو اپنے اصول و فروع اور ہر چھوٹے بڑے مسائل میں کتاب و سنت اور سلف  
صالحین کے منیج پر قائم نہ ہو اور اس کا منیج اسلامی احکام کا پوری طرح احاطہ کرتا ہو وہ  
جماعت حزب اللہ کیلئے کی متحقق نہیں ہے اور اسے فرقہ ناجی بھی نہیں کہا جا سکتا اور  
اسے حدیث میں وارد صراط مستقیم پر گامزن بھی نہیں کہا جا سکتا۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مختلف اسلامی ملکوں میں کتاب و سنت اور سلف  
صالحین کے منیج پر مختلف ناموں سے مختلف جماعتوں قائم ہیں اور ان کا منیج اور طریقہ  
ایک ہے لیکن وہ مختلف مسلکوں میں ہے ہوئے ہیں تو انہیں عقیدہ منیج اور فکر و ثقافت  
کے اعتبار سے مختلف احزاب نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ درحقیقت ایک ہی جماعت ہے۔ اس  
کے برخلاف اگر مختلف ملکوں میں مختلف جماعتوں قائم ہوں اور ان کا منیج کتاب اللہ و  
سنต رسول اور سلف صالحین کے منیج پر قائم نہ ہو تو وہ ایک جماعت نہیں کہا جسکتی اور نہ  
انہیں صراط مستقیم پر گامزن کہا جا سکتا ہے بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ راستہ شیطان کے  
راستے ہیں جن پر شیاطین لوگوں کو اپنی طرف بدار ہے ہیں۔“ (۴۴)

شیخ البانی کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ امامت کبریٰ ہو یا دنیا کے مختلف  
ملکوں میں دین کی کوئی جماعت قائم ہو وہ شریعت کی نگاہ میں اس وقت مقبول ہے جب کتاب  
اللہ، سنت رسول اور سلف صالحین کے منیج پر قائم ہو ورنہ وہ مردود ہے۔ ایشیخ عبدالقدوس عبد العزیز  
لکھتے ہیں :

”مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ تعاون کرے جو اللہ کے راستے  
میں جہاد کرتی ہو اور باقی اسلامی جماعتوں کے ساتھ دو شرطوں کے ساتھ تعاون درست  
ہے: (۱) یہ کہ تعاون جہاد ترک کرنے کا ذریعہ نہ بنے۔ (۲) ان کا یہ تعاون اس  
جماعت کے ساتھ جہاد کے ساتھ متعارض نہ ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :  
﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْقَوْمِ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْأَخْنَمِ وَالْمُعْدُوَنِ﴾ اور تعدد  
جماعات میں کوئی حرج نہیں ہے اگر آپس میں ایک دوسرے کے لیے مضر نہ ہوں.....

ایسی جماعت کا بنانا اجنب ہے دینی ضرورت کے لیے خاص طور پر اس وقت جب  
امامت اور خلافت کا وجود نہ ہو۔ (۱۴۰)

## حوالی

- (۱) اردو دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، ص ۳۶۳-۳۶۸، ج ۷، مادہ جماعت و شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا از سید قاسم محمود، مادہ ۲۸۵، طبع لاہور، ادارہ اسلامیات لاہور۔
- (۲) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اثنان فما فوقهما جماعت۔
- (۳) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجمعة۔
- (۴) مسنند احمد بن حبیل، ج ۳، ص ۴۲۔
- (۵) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامۃ النبوة فی الاسلام۔ وسنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العزلۃ۔
- (۶) الوثائق، بار دوم قاهرہ، ص ۹، طبع ۱۹۶۵ء۔
- (۷) صحیح البخاری، کتاب الدييات، باب قول الله تعالى ان النفس بالنفس والعين بالعين۔
- (۸) سنن الترمذی، کتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في لزوم الجمعة۔
- (۹) مسنند احمد، ج ۳، ص ۲۲۹۔
- (۱۰) صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ ستون بعده امورا تکرونها۔ وصحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب ملازمۃ جماعة المسلمين عند ظهور الفتنة۔
- (۱۱) ابن ماجہ، کتاب الفتن۔ ومسنند احمد، ج ۳، ص ۱۴۵ و ج ۴، ص ۱۰۲۔
- (۱۲) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۳، ص ۱۵۷۔
- (۱۳) شرح الواسطیہ از هراس، ص ۱۶۔
- (۱۴) الباعث لابی شامة، ص ۲۲۔
- (۱۵) شرح السنۃ از بغوي، ج ۱، ص ۲۰۵۔
- (۱۶) فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۱۶۔
- (۱۷) سنن الترمذی، ج ۴، ص ۴۶۵۔
- (۱۸) شرف اصحاب الحديث، ص ۲۶-۲۷۔
- (۱۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم۔
- (۲۰) عارضۃ الاحدوڑی، شرح الترمذی، ابواب الامثال۔
- (۲۱) شرح مسلم، کتاب الامارة۔
- (۲۲) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۸۵، از سید قاسم محمود، تشریفیصل، اردو بازار لاہور
- (۲۳) مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "سننہ خلافت" سے ایک اقتباس، بحوالہ نداء خلافت لاہور

- ۲۸۔ مئی ۲۰۰۳ء، شمارہ ۱۸، جلد ۱۲۔
- (۲۴) تفہیم المسائل، ج ۵، ازمولا نا گوہر حسن شیخ القرآن والحدیث و سابق مسقیم جامع اسلامیہ تفہیم القرآن ناشر مکتبہ تفہیم القرآن مردان۔
- (۲۵) بحوالہ: د/ کمال المصری، مشناڑ دعوی اسلام اون لائین نت قسم الدعوۃ (سوال و جواب) نوٹ کریں: د/ کمال المصری سیاست میں ماسٹر کیا ہے اور فلسفہ میں پی ایچ ذی کیا ہے۔
- (۲۶) بحوالہ الملحقی الحوار العربی اساحۃ الحوار العربی۔
- (۲۷) الحوادث والبدع لابی شامة۔ ابو شامة کے بقول یہیقی نے یہ قول کتاب مدخل میں ذکر کیا ہے۔
- (۲۸) لالکائی شرح السنۃ ج ۱، ص ۱۰۸-۱۰۹۔
- (۲۹) تفہیم المسائل، ج ۵، ص ۲۵۰ ازمولا نا گوہر حسن۔
- (۳۰) کیسٹ عنوان اسٹلے ابی الحسن للشیخین ابن باز واعظین سُجَّل بمکہ المکہمة ۶ ذی الحجه ۱۴۱۶ھ۔
- (۳۱) تفسیر ابن حجری طبع مصطفی البانی بمصر ۱۹۰۴ ج ۴، ص ۳۸۔
- (۳۲) تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۵ طبع الشعب۔
- (۳۳) مجموع فتاوی و مقالات عبد اللہ بن باز، الجزء الخامس۔
- (۳۴) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدهم۔
- (۳۵) السياسة والادارة الشرعية (بیان بشتو) ۲۰۹۱۵۱ ازمولا نا عبدالباقي حقانی، طبع المکبة الحقانیہ، پشاور۔
- (۳۶) مسند احمد۔
- (۳۷) احمد بن عبد الحليم، ابن تیمیہ الحسیۃ، ص ۱۱، طبع اول ۱۹۸۶ء ناشر دار الشعب۔
- (۳۸) چادوہ و منزل از سید قطب شہید، بحوالہ نہادے خلافت لاہور، شمارہ ۳۲۶، دسمبر ۲۰۰۶ء۔
- (۳۹) اوزبکستان المسلمۃ، تاریخ النشر، یونیو ۲۰۰۳/۲۔
- (۴۰) مجموع فتاوی ابی تیمیہ۔ طبع مؤسسة قرطبة، ج ۱۱، ص ۹۲۱۱۔
- (۴۱) مجموع فتاوی و مقالات متعدد، ج ۸، ص ۲۳۷۔
- (۴۲) سوال ۶: www.ibnbez.org sa/last result.asp?wd=1950
- (۴۳) سوال ۱: فتوی رقم ۷۱۲۲ = المکتبہ الدائمة للبحوث العلمیہ والافتاء (السعودیۃ)
- (۴۴) فتاوی الشیخ البانی و مقارنتها بفتاوی العلماء، ص ۱۰۷-۱۱۷-۱۱۴۔
- (۴۵) یحریر انہوں نے جبهہ العجہاد والاصلاح کے لیے لکھی تھی۔ بحوالہ منتديبات الفردوس، انجہادیت، تاریخ ۲۰۰۷ء۔
- (جاری ہے)

# نَزْوُلِ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمٍ

ایک افسانہ یا حقیقت؟ (۳)

حافظ محمد زبیر\*

دوسرا دلیل:

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ کے نزول پر دوسری دلیل درج ذیل آیات  
مبارکہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُولُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىً ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا  
صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شَهِيدُهُمْ أَنَّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَعْنِي شَكَّ مِنْهُ مَا لَهُمْ يَهُ  
مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعُ الظَّنِّ وَمَا قَاتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ  
عَزِيزًا حَكِيمًا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا يُؤْمِنُ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ  
الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا إِنَّهُ (النساء)﴾

”اور ان کا یہ کہنا کہ یقیناً ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم ﷺ کے رسول کو قتل کر دیا ہے اور  
انہوں نے عیسیٰ بن مریم ﷺ کو نہ قتل کیا ہے اور نہ ہی انہیں سوچ دی ہے، لیکن عیسیٰ بن  
مریم ﷺ ان کے لیے مشتبہ بنا دیے گئے۔ اور بے شک جن لوگوں نے عیسیٰ بن مریم کے  
بارے میں اختلاف کیا وہ ان کے بارے میں شک میں بجا ہیں ان کے پاس عیسیٰ بن  
مریم ﷺ کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے سوائے گمان کی پیروی کے۔ اور انہوں نے  
عیسیٰ بن مریم ﷺ کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا ہے اور  
اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو عیسیٰ بن  
مریم ﷺ پر ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے اور عیسیٰ بن مریم ﷺ قیامت کے دن

ان پر گواہ ہوں گے۔

سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ ۱۵۹ میں دو جگہ یعنی بہ، اور مُؤْمِنَہ، میں ہے، ضمیر وارد ہوئی ہے۔ ان دونوں مقامات پر یہ ضمیر کس کی طرف لوٹ رہی ہے، اس بارے میں کل پانچ اقوال ہیں:

**پھلا قول:** اس قول کے مطابق لَيَوْمَنَّ بِهِ، میں ہے، ضمیر حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اسی طرح مُؤْمِنَہ، میں بھی ہے، ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ بن مریمؐ ہیں۔ اگر مُؤْمِنَہ، کی ضمیر حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کی طرف لوٹائی جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کی ابھی وفات نہیں ہوئی، بلکہ وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے ان کا نزول ہو گا، جیسا کہ متواتر احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر ہے۔ اس قول کی صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کے نزول کے وقت موجود تمام یہود و نصاریٰ ان کی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کے اللہ کا رسول ہونے، اس کا بندہ ہونے، ان کے سولی نہ چڑھنے اور مقتول نہ ہونے اور آسمانوں پر زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لے آئیں گے۔ اس قول کو حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس رض، مجاہد ابو مالک، حسن بصری، قداہ، ابن زید، ابن جریر طبری، امام ابن کثیر، امام شوکانی، امام ابو حیان الاندلسی، علامہ ابن جریر، ابو العباس لسمین الحلی، ابن عجیۃ، نواب صدقی حسن خان، جمال الدین قاسمی، امام بقاعی، علامہ شفیقی، علامہ شمس الحق عظیم آبادی، شاہ عبد القادر، شاہ رفع الدین، مولانا محمد جو ناگر حنفی، مولانا وحید الزمان خان، سید احمد حسن دہلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا اور لیں کاندھلوی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، پیر کرم شاہ صاحب اور مولانا عبد الرحمن کیلانی رض نے اختیار کیا ہے۔

**دوسرًا قول:** اس قول کے مطابق بِهِ، میں ہے، ضمیر تو حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کے لیے ہے لیکن مُؤْمِنَہ، کی ہے، ضمیر احمدؐ کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ آیت میں محدود ہے اور اس آیت کی تقدیر عبارت 'وَمَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا وَاللَّهُ لَيَوْمَنَّ بِهِ' یا 'وَإِنَّ أَحَدًا لَيَوْمَنَّ كافِرًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ' ہے۔ پہلی تقدیر عبارت امام ابو حیان الاندلسی نے بیان کی ہے جبکہ دوسری کو علامہ زختری نے اختیار کیا ہے۔ اس قول کے مطابق آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہو گا کہ کوئی بھی کتابی (یعنی یہودی یا عیسائی) ایسا نہ ہو گا جو کہ اپنی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ بن

مریم پر ایمان نہ لے آئے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس ایمان سے مراد اصطلاحی ایمان نہیں ہے بلکہ یقین قلبی مراد ہے جیسا کہ آیت مبارکہ ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَأَسْتَيْقَنُتُهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (النمل: ۱۴) کے مطابق آل فرعون کو حضرت موسیٰ کے نبی اور رسول ہونے کا یقین تھا۔ اس قول کو ابن عباس پیغمبر، مجاهد، ضحاک، حسن بصری، ابن سیرین، زجاج، عکرمہ، ابو سعود، واحدی، نیشاپوری، امام نووی، علامہ آلوی، سید قطب شہید، ابن عاشور، علامہ ابو بکر الجزایری، مفتی محمد عبد رشید رضا اور علامہ صابوی نیشنے ترجیح دی ہے۔

**تیسرا قول:** تیسراے قول کے مطابق یہ، میں ہ، ضمیر محمد علیؑ کی طرف لوٹ رہی ہے جبکہ "مُؤْمِنَةٌ" میں ہ، ضمیر کتابی (یعنی یہودی و عیسائی) کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی یہ ہو گا کہ ہر کتابی اپنی وفات سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے گا لیکن اس وقت اس کا یہ ایمان لانا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ قول حضرت عکرمہؓ کا ہے۔ اس قول کو ان کے علاوہ مفسرین نے بیان تو کیا ہے لیکن کسی نے بھی اس کو ترجیحا اختیار نہیں کیا۔

**چوتھا قول:** اس قول کے مطابق یہ، میں ہ، ضمیر اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے جبکہ "مُؤْمِنَةٌ" میں ہ، ضمیر کتابی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی یہ ہو گا کہ ہر کتابی اپنی وفات سے پہلے اللہ پر ایمان لے آئے گا لیکن اس وقت اس کا یہ ایمان لانا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس قول کو بھی بہت سے مفسرین نے بیان تو کیا ہے لیکن کسی بھی تفسیر میں اس قول کے قائل کا نام موجود نہیں ہے۔ اس قول کو بھی تیسراے قول کی طرح کسی بھی مفسر نے ترجیحا پسند نہیں کیا۔

**پانچواں قول:** پانچویں قول کے مطابق یہ، میں ہ، ضمیر قرآن کے لیے ہے جبکہ "مُؤْمِنَةٌ" میں ہ، ضمیر نبی ﷺ کے لیے ہے۔ یہ قول مولانا مین احسن اصلاحی صاحب کا ہے، ان سے پہلے سلف میں کہیں بھی یہ قول نہیں ملتا۔

**چھتا قول:** اس قول میں پہلے دو قول کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس قول کے مطابق یہ، میں ہ، ضمیر حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف لوٹ رہی ہے اور تقویٰ، میں بھی ہ، ضمیر احد، مخدوف کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یہ قول بھی دوسرے قول ہی کی طرح ہے لیکن اس قول کے قائلین نے آیت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کے نزول کے وقت موجود ہر کتابی اپنی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریمؐ پر ایمان لائے گا اور ان کے اللہ کے بندے اور اس کا رسول ہونے کی تصدیق کرے گا۔ اس قول کو مقائل بن حیان، علامہ مجدد الدین

فیر وز آبادی اور علامہ سید طنطاوی پیغمبر نے قابل ترجیح قرار دیا ہے۔ مقاتل بن حیان اور علامہ سید طنطاوی نے پہلے دو اقوال کو مطلقاً بھی جمع کیا ہے، ہم اس جمع کا آگے جل کر ذکر کریں گے۔

**ساتواں قول:** بعض مفسرین نے پہلے دو یا تین یا چار اقوال کو صرف بیان کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی۔ امام قرطی نے پہلے چار اقوال کو بیان کیا ہے اور ان میں سے پہلے دو کو ترجیح دی ہے لیکن پہلے دو میں سے کسی ایک کو منتخب نہیں کیا۔ علامہ زمختری نے بھی پہلے دونوں اقوال کو درست قرار دیا ہے۔ امام رازی، امام بیضاوی، امام سیوطی، علامہ سرقدی، امام خازن، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی اور سلیمان الأشقر پیغمبر نے بھی پہلے دو اقوال کو بیان کیا ہے لیکن ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی۔ امام مادردی، ابن عطیہ، عزیز بن عبد السلام، الشعاعی اور ابو جعفر النحاس پیغمبر نے پہلے تین اقوال کو بغیر کسی قول کو راجح قرار دینے بیان کیا ہے۔ امام بغوی، علامہ ابن جوزی، امام شافعی اور ابن عاول الحبلي پیغمبر نے پہلے چار اقوال کو بیان کیا ہے لیکن کسی ایک قول کو دوسرے اقوال پر ترجیح نہیں دی۔

## ساتوں اقوال کا ایک تجزیٰ یاتی مطالعہ

تیسرا قول شاذ ہے کیونکہ اسے صرف حضرت عکرمہ نے اختیار کیا ہے۔ حضرت عکرمہ کا یہ قول قرآن کے ظاہری سیاق و سبق کے خلاف ہے لہذا مردود ہے، کیونکہ اس آیت مبارکہ سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریمؐ، ان کی ماں اور یہود کا تذکرہ ہے نہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کا۔ حضرت عکرمہ سے دوسرا قول بھی مردود ہے جس کو ابن جریر طبری نے بیان کیا ہے لہذا حضرت عکرمہ کے دونوں اقوال میں تعارض ہے اس لیے ان میں سے کوئی ایک بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

چوتھا قول بھی شاذ ہے اس کے قائل کا کسی بھی مفسر نے ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ قول بھی قرآن کے سیاق و سبق کے خلاف ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر اس پر مفصل بحث کریں گے۔ لہذا یہ قول بھی مردود ہے۔ اس قول کو کسی بھی مفسر نے اختیار نہیں کیا۔

پانچواں قول بھی شاذ اور مردود ہے۔ اسے چودہ صد یوں میں کسی بھی مفسر نے بیان نہیں کیا۔ یہ غرض ایک ایسی تفسیر بالرائے ہے جس کی کوئی دلیل اس کے قائل نے بیان نہیں کی۔ یہ قول بھی قرآن کے سیاق و سبق کے خلاف ہے۔

چھٹا قول کوئی مستقل بالذات قول نہیں ہے بلکہ یہ پہلے دو اقوال میں کی تطبیق کی ایک

صورت ہے۔ لہذا اس کا پہلے دو قول سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ ساتوں قول درحقیقت کوئی رائے نہیں ہے بلکہ کسی قول کو اختیار کرنے میں غیر جانیدار انہ رویے کا اظہار ہے لہذا اس کا بھی پہلے دو قول سے کوئی نکاراً نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بنیادی اقوال پہلے دو ہی ہیں۔ پہلا قول جمہور مفسرین کا ہے جبکہ دوسرے قول کو بھی مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے اختیار کیا ہے۔ ان دونوں اقوال کے قائلین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ”یہ، میں“، ضمیر حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کی طرف لوٹ رہی ہے جبکہ ”موتیہ“ کی ”ہ“، ضمیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ پہلے قول کے مطابق ”موتیہ“ کی ”ہ“، ضمیر کا مرجع بھی حضرت عیسیٰ بن مریم ہی ہیں جبکہ دوسرے قول کے مطابق اس کا مرجع کتابی ہے۔ علماء کی رائے میں جب اختلاف ہو جائے تو سب سے پہلے تطبیق کی کوئی صورت نکالنی چاہیے، اگر وہ ممکن نہ ہو تو قرآن کی بنیاد پر کسی ایک رائے کو ترجیح دینی چاہیے۔

### پہلے دونوں اقوال میں تطبیق کی صورتیں

ہم دیکھتے ہیں کہ آیت ہی مفسر مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجابہ اور حسن بصریؓ سے بھی دونوں اقوال مروی ہیں۔ صحابہؓ اور تابعینؓ سے یہ بعد ہے کہ وہ ایک ہی آیت کی تفسیر میں دونوں اقوال آراء کا اظہار کریں، لہذا ابن عباسؓ، مجابہ اور حسن بصریؓ کا پہلے دونوں اقوال کو یہاں کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ان دونوں اقوال میں تعارض نہیں ہے۔ معروف تابعی حضرت مقاتل بن حیانؓ نے پہلے دو قول کو یوں جمع کیا ہے:

﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ یعنی وما من أهل الكتاب يعني اليهود ﴿أَلَا لَيُوْمَنَّ يَهُ﴾ یعنی بعيسیٰ ﴿فَقُلْ مَوْتِه﴾ أنه نبی ورسول قبل موت اليهودی یعنی عند موته لأن الملائكة تضرب وجوههم وأدبارهم و تقول يا عدو الله أن المسيح الذي كذبتم به هو عبد الله ورسوله حقا

فیؤمن به ولا ینفعه ويؤمن به من كان منهم حيا إذا نزل عيسیٰ<sup>(۱)</sup> ”آہل الكتاب“ سے مراد یہودی ہیں اور ”یہ، میں“، ضمیر سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریمؐ ہیں اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر یہودی اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریمؐ پر ایمان لے آئے گا کہ وہ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں، کیونکہ ان کی موت کے وقت فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ماریں گے اور کہیں گے: اے اللہ

کے دشمن اسے شہک حضرت میسی بن مریمؐ کو تم نے جھٹلا دیا حالانکہ وہ اس کے پچ رسول تھے جنکی وہ یہودی اس وقت ان کو اللہ کا رسول مان لے گا لیکن اسے اس وقت کا ایمان لانا تاکہ جو فائدہ نہ دے گا۔ اسی طرح حضرت میسی بن مریمؐ کے نزول کے وقت جو یہودی بھی موجود ہوں گے وہ بھی ایمان لے آئیں گے۔

مشیٰ مصہر غلامہ سید ططاویؒ نے بھی پہلے دو اقوال کو بڑے خوبصورت انداز میں جمع کیا ہے۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں:

وَالذِّي نَرَاهُ لَوْلَى أَنَّهُ لَا تعارضَ بَيْنَ النَّأْوَيْلَيْنِ إِنَّ كَلَا مِنْهُمَا حَقٌّ فِي ذَاتِهِ فَكُلُّ كَلَّابٍ عِنْدَهَا تَحْضُرُهُ الْوِفَّةُ يَعْلَمُ أَنَّ عِيسَىً كَانَ صَافِقًا فِي نِبْوَتِهِ وَأَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَأَنَّهُ قَدْ دَعَا النَّاسَ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ وَحْدَهُ وَكَذَلِكَ كُلُّ كَلَّابٍ يَشَهِدُ نَزْولَ عِيسَىٰ فِي آخِرِ الزَّهَانِ سَيَوْمَنْ بِهِ وَيَتَّبِعُهُ وَيَشَهِدُ بِأَنَّهُ صَادِقٌ فِيمَا يَلْفَظُهُ عَنْ رِبِّهِ (۲)

”تھارے زد یک ان دو اقوال میں کوئی حقیقی تعارض نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ہی اپنی جگہ درست اور حق ہیں۔ پس جب بھی کسی کتابی کہوت آئے گی تو وہ یہ جان لے گا کہ حضرت میسی بن مریمؐ اپنے دعائے نبوت میں پچ اش کے بندے تھے اور انہوں نے لوگوں کو اللہ وحدۃ لا شریک کی عبادت کی طرف بلایا۔ اسی طرح ہر کتابی آخری زمانے میں حضرت میسی بن مریمؐ کے نزول کے وقت ان پر ایمان لے آئے گا اور ان کی یہودی کرے گا اور اس بات کی تقدیم کرے گا کہ انہوں نے جو باقی بھی اپنے رب کی طرف سے پہنچائی تھیں وہ سب پچی تھیں۔“

علامہ محمد الدین فیروز آبادیؒ نے ایک اور انداز سے دونوں اقوال کو جمع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

﴿وَإِنْ مِنْ﴾ وَمَا مِنْ ﴿أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ الْيَهُودُ وَالنَّاصَارَى أَحَدٌ ﴿إِلَّا لِيَوْمَنَّ بِهِ﴾ یعنی أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ سَاحِرًا وَ لَا اللَّهُ وَ لَا ابْنُهُ وَ لَا شَرِيكَهُ ﴿فَقَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قَبْلَ خَرُوجِ نَفْسِهِ بَعْدَ نَزْولِ عِيسَىٰ (۳)

”’ان‘ سے مراد اما‘ ہے جبکہ ’أَهْلِ الْكِتَابِ‘ سے مراد یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک ہے اور ’بِهِ‘ میں ہے ظمیر سے مراد حضرت میسی بن مریمؐ ہیں اور ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ کتابی اس بات پر ایمان لے آئے گا کہ وہ شرط جادوگر تھے اور نہ ہی اللہ تھے نہ اللہ کے بیٹے تھے اور نہ اس کے شریک تھے۔ ’فَقَبْلَ مَوْتِهِ‘ سے مراد کتابی کی موت ہے جو کہ

حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کے نازول کے بعد ہوگی۔

### پہلے دونوں اقوال میں سے راجح قول

ہمارے نزدیک جمہور مفسرین کا قول یعنی پہلا قول راجح ہے اور اس قول کی وجوہات ترجیح میں قرآن کا ساق و ساق احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ شامل ہیں۔ ہمارے خیال میں پہلا قول کی درج ذیل وجوہات ترجیح ہیں:

**بعلی وجہ:** علامہ شفیعیٰ لکھتے ہیں: *فَإِنْ قُلْ قَدْ ذَهَبَتْ جَمَاعَةُ الْمُفَسِّرِينَ مِنَ الصِّحَّاحَةِ فَمِنْ بَعْدِهِمْ إِلَى أَنَّ الضَّمِيرَ فِي قَوْلِهِ (قُلْ مَوْتِهِ) رَاجِعٌ إِلَى الْكَتَابِيِّ أَيِّ لِيَرْمَنْ بِهِ الْكَتَابِيِّ قَبْلَ مَوْتِ الْكَتَابِيِّ فَالْجَوابُ أَنْ يَكُونَ الضَّمِيرُ رَاجِعًا إِلَى عِيسَىٰ يَحْبُّ الْمَصِيرَ إِلَيْهِ دُونَ القَوْلِ الْآخَرِ لَا هُوَ اوجَعَ مِنْهُ أَرْبَعَةٌ اوجہ: الأول: انه ظاهر القرآن المتأذف منه و عليه تخسم الضمانة بعضها مع بعض و القول الآخر بخلاف ذلك۔ وايضاح هذا أن الله تعالى قال: «وَقُولُهُمْ لَنَا قَاتَلُنَا الْمَسِيحُ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ وَسُولُنَا اللَّهُ عَزَّلَمَ» قال تعالى: «وَمَا قَاتَلُوهُ» اى عیسیٰ «وَمَا صَلَبُوهُ» اى عیسیٰ «وَلِكُنْ شَبَّهَ لَهُمْ» اى عیسیٰ «وَرَأَى الَّذِينَ احْتَلَقُوا فِيهِ» اى عیسیٰ لکن شک منه اى عیسیٰ «مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ» اى عیسیٰ «وَمَا قَاتَلُوهُ يَقْتَلُهُ» اى عیسیٰ «بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ» اى عیسیٰ «وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ لَمْ يَرْمَنْ بِهِ» اى عیسیٰ «قُلْ مَوْتِهِ» اى عیسیٰ «وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا» اى يکون هو اى عیسیٰ علیهم شهیدا۔ فهذا السياق القرآنی الذي ترى ظهورا لا ينبغي العدول عنه، في ان الضمير في قوله قبل موته راجع الى عیسیٰ۔*

”اگر یہ کہا جائے کہ مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ موتہؐ کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹ رہی ہے اور آئیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر کتابی آپی وفات سے پہلا حضرت عیسیٰ بن مریمؐ پڑا یا ان لئے آئے گا تو ان کا جواب یہ ہے کہ موتہؐ کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ بن مریمؐ کی طرف لوٹا اندروری ہے اور اس قول کی چار وجوہات ترجیح ہیں۔ پہلی

وجو توجیہ ہے کہ قرآن کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُؤْمِنَہ کی خیر حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ کے لیے سچے اور اسی قول کے مطابق سنتہ را ایک دوسرے کے ساتھ لکھ کر ایک جسم بن جاتی ہیں، مُجْمِدَہ صدر سے قول کا تبیجہ یعنیں لکھتا۔ قرآن کی آیت مبارکہ کا سیاق و سبق پہلے قول کی دعا ساخت کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے قول ”وَمَا قَلُوْهُ“ میں وہ ”ضمیر“ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”وَمَا صَلَوْهُ“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”وَلِكُنْ شَبَّةً لَهُمْ“ میں ہو سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”وَإِنَّ الظَّفَرَ“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”أَخْلَقُوا فِيهِ مَلِكَ“ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”لَفِيفُ هَلَقٍ مِنْهُ“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”وَمَا مَالَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”وَمَا قَلُوْهُ يَقِيْنًا“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”لِئَلَّا“ رَقَعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ مَلِكَ“ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا يُوْمَنَ لَهُمْ“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”لَهُمْ قَبْلَ مَوْتِهِ مَلِكَ“ سے مراد بھی حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”أَوْ قَوْمًا أَفْوَمَهُمْ يَتَكَبُّرُونَ عَلَيْهِمْ شَهِيدٌ“ میں وہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں۔ ”لَمَّا سَمِعَ كُلُّ قَرْآنٍ كَمَا يَسِّاقُ إِلَيْهِ مَلِكَ كُلِّ دُولَتٍ“ میں وہ کہ مُؤْمِنَہ میں وہ ضمیر سے مراد حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ ہیں اور اس سیاق قرآنی سے پھرنا جائز ہیں۔

**دوسری وجہ:** علامہ مفتی محمد علی کھٹک ہیں:

الوجه الثالثی: من مرجحات هذا القول، أنه على هذا القول الصحيح  
فمفقر الضمير مملوؤظ مصريخ به في قوله تعالى: (وَقَرْبَهُمْ إِنَّمَا قَاتَلُ  
الْمُسِيَّحَ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ وَهُوَ اللَّهُ) وأما على القول الآخر فمفقر  
الضمير ليس مذكورا في الملايين أصلا، بل هو مقدر تقديره، ما من أهل  
الكتاب إلا ليومن به قبل موته، أي موت أحد أهل الكتاب المقدر  
ومما لا شك فيه أن ما لا يحتاج إلى تقدير أرجح وأوثق، مما يحتاج  
إلى تقدير، (وَقَرْبَهُمْ إِنَّمَا قَاتَلَ الْمُسِيَّحَ عِيسَى بْنَ مَارِيَمَ وَهُوَ  
”دُوسری وجہ“ ترجیح جس کے مطابق پہلا قول راجح ہے وہ یہ کہ پہلے قول کی صورت میں  
”مُؤْمِنَہ“ میں وہ ”ضمیر“ کا مرتع (یعنی حضرت عیسیٰ بن ماریمؐ) انظرون میں موجود ہے جیسا  
کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَقَرْبَهُمْ إِنَّمَا قَاتَلَ الْمُسِيَّحَ عِيسَى بْنَ مَارِيَمَ وَهُوَ

الله)۔ جبکہ وسرے قول کو اختیار کرنے کی صورت میں ‘ضمیر کا مرجع آیت میں اصلًا مذکور نہیں ہے بلکہ اس کو مذوف نکالا جائے گا اور تقدیر عبارت میں ‘أَحَد’ کا لفظ مقدر نکالا گیا ہے اور اس کی طرف ‘ضمیر لوٹائی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ تفسیر جس میں مذوف نہ ہوا سے اس تفسیر پر ترجیح حاصل ہوگی جس میں مذوف ہو۔ (لہذا پہلا قول راجح ہے)۔“

**تیسرا وجہ:** علامہ شنقبطیؒ لکھتے ہیں:

الوجه الثالث: من مرجحات هذا القول الصحيح، أنه تشهد له السنة النبوية المتوترة، لأن النبي ﷺ قد تواترت عنه الأحاديث بأن عيسى حيّ الآن، وأنه سينزل في آخر الزمان حكماً مقططاً. ولا ينكر تواتر السنة بذلك إلا مكابر۔ قال ابن كثير في تفسيره، بعد أن ذكر هذا القول الصحيح ونسبة إلى جماعة من المفسرين ما نصه: وهذا القول هو الحق كما سنبيه بعد بالدليل القطاعي إن شاء الله تعالى۔ وقوله بالدليل القطاعي يعني السنة المتوترة لأنها قطعية وهو صادق في ذلك۔ وقال ابن كثير في تفسير آية الزخرف هذا ما نصه: وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله ﷺ، أنه أخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيمة إماماً عادلاً و حكماً مقططاً. وهو صادق في تواتر الأحاديث بذلك۔ وأما القول بأن الضمير في قوله قبل موته راجع إلى الكتاب فهو خلاف ظاهر القرآن، ولم يقم عليه دليل من كتاب ولا سنة۔

”پہلے قول کے راجح اور صحیح ہونے کی تیسرا وجہ یہ ہی ہے کہ متواتر احادیث سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سے تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؐ ابھی زندہ ہیں اور آخری زمانے میں ایک عادل حکمران کے طور پر ان کا نزول ہوگا۔ اور ان متواتر احادیث کا وہی شخص مسکر ہو گا جو معاون و مخالف ہو۔ امام ابن کثیرؓ نے اپنی تفسیر میں پہلے قول کو ہی صحیح قرار دیا ہے اور مفسرین کی ایک جماعت کے بارے میں بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ صرف پہلے قول کو ہی صحیح قرار دیتے ہیں۔ امام ابن

کثیر نے لکھا ہے کہ صرف یہی قول حق ہے اور ہم اس قول کے حق ہونے کو دلیل قطعی سے ثابت کریں گے۔ امام ابن کثیر کے الفاظ 'دلیل قطعی' سے مراد سنت متواترہ ہے کیونکہ یہ قطعی ہوتی ہے اور ابن کثیر کا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ دلیل قاطع ہے۔ امام ابن کثیر نے سورۃ الزخرف میں «وَإِنَّهُ لِعِلْمٍ لِّلْسَائِعَةِ» کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے متواتر احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیین بن مریمؓ کا ایک عادل حکمران کے طور پر تزول ہو گا۔ جبکہ یہ کہنا کہ 'مُؤْمِنَہ' کی یہ ضمیر کتاب کی طرف لوٹ رہی ہے، قرآن کی ظاہری نصوص کے خلاف ہے اور اس قول کی کوئی دلیل کتاب و سنت میں موجود نہیں ہے۔

**چوتھی وجہ:** علامہ شفیقی لکھتے ہیں:

الوجه الرابع: هو أن القول الأول الصحيح، واضح لا إشكال فيه، ولا يحتاج إلى تأويل ولا تخصيص بخلاف القول الآخر، فهو مشكل لا يكاد يصدق؛ إلا مع تخصيص والتأويلات التي يروونها فيه عن ابن عباس وغيره، ظاهرة البعد والسقوط لأنه على القول بأن الضمير في قوله قبل موته راجع إلى عيسى فلا إشكال ولا خفاء، ولا حاجة إلى تأويل ولا إلى تخصيص. وأما على القول بأنه راجع إلى الكتابي فإنه مشكل جداً بالنسبة لكل من فاجاه الموت من أهل الكتاب، كالذى يسقط من عال إلى أسفل، والذى يقطع رأسه بالسيف وهو غافل والذى يموت في نومه ونحو ذلك، فلا يصدق هذا العموم المذكور في الآية على هذا النوع من أهل الكتاب، إلا إذا أدعى إخراجهم منه بمخصص. ولا سبيل إلى تخصيص ذلك عمومات القرآن، إلا بدليل يحب الرجوع إليه من المخصصات المتصلة أو المنفصلة. وما يذكر عن ابن عباس من أنه سئل عن الذي يقطع رأسه من أهل الكتاب فقال إن رأسه يتكلم بالإيمان بعيسى وأن الذي يهوى من عال إلى أسفل يقول به و هو يهوى، لا يخفى بعده و سقوطه، وأنه لا دليل أثبتة عليه كما ترى.

وچھی وجہ پہلے قول صحیح ہونے کی میدے کے بیان بالکل واضح قول ہے جس میں کسی قسم کا کوئی امکان نہیں ہے اس قول کے لیے کسی تاویل یا تخصیص کی بھی ضرورت نہیں ہے جبکہ دوسرا سے قول کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ دوسرے قول کا معنی بغیر اس کی تاویلات یا تخصیص کے ممکن نہیں ہے اور اس قول کے تاویل یا تسلیمان کرنے کے بعد اس کی تاویلات حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہ کے اقوال سے کہتے ہیں تو یہ تاویلات حدود یا بعید اور حقیقت سے گردی ہوئی ہیں اگر مفہوم یہیں فہمیں حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف لوٹایا جائے تو آیت مبارکہ کی تفسیر میں کسی تاویل یا تخصیص کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اگر اس غمیر کو کتابی کی طرف لوٹایا جائے تو اس آیت کی تفسیر اس کتابی کے بارے میں بہت مشکل ہو جائے گی جس کو احتجام کی موت لے آپ کے لئے چھوڑ چکے کوئی ہے کتابی اور پڑھنے سے بھی گردنے کی وجہ سے مر گیا اس کی غفلت میں اس کا سر تواریخ سے ادا دیا گیا اس کی نیزد کی حالت میں اسے موت آگئی وغیرہ تو اس قسم کی موت کی تمام صورتیں اس آیت کے عموم میں داخل نہ ہوں گی (کونکہ اسی اچانک موت کی صورت میں تنی ایک کتابیوں کو حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لاتے کا موقع ہی نہ ملے گا، جبکہ دوسرے قول کی صورت میں آیت کا مفہوم یہ بن رہا ہے کہ ہر ایک کتابی آپی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لاتے گا) موت کے قرآن کے اس عموم کی تخصیص کی جائے تو قرآن کے عموم کی بغیر کوئی متعلق یا منفصل تھہص کے تخصیص جائز نہیں ہے۔ اوندوں عباں کے لیے جو یہاں کیا جاتا ہے کہ ان سے جب اس کتابی کے طارے میں سوال ہوا جس کا سر قلم کر دیا جاتا ہے تو انہوں نے کہا: اس کا سر حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لانے کے لیے کام کرے گا اور جو بلندی ہے بیجھ کی طرف گر رہا ہو تو وہ گرتے ہوئے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لے آئے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ان تاویلات کا بعید از قیاس ہوا اور حقیقت سے عاری ہونا واضح ہے اور اس قسم کی تاویلات کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔

**پانچویں وجہ:** یہ قول جملیل المقدار صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مسیح سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یہ یقیناً ایسا نہ ہے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مولانا محدث نسافیؒ کے مذکور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مسیح سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے عیسیٰ کو اپنے نبی کے طور پر ایمان لانے کے لیے کام کرے گا اور جو بلندی ہے بیجھ کی طرف گر رہا ہو تو وہ گرتے ہوئے حضرت عیسیٰ بن مسیح پر ایمان لے آئے گا۔

قالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِي لَوْلَا كُنْتَ مَنْ يُنْزِلُ فِي كُمْ

ابنُ مَرِيمَ حَكْمًا عَدْلًا فَيُكَسِّرَ الصَّلَبَ وَيَقْتُلَ الْجِنِّيَّ وَيَضْعَفَ الْجَزِيرَةَ  
وَيَفْصِفَ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَ الْجَنَاحَ حَتَّى تَكُونَ السَّجَدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا  
غَيْرَ مَنِ اللَّهُ أَعْلَمُ وَمَا فِيهَا) شَمْ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَالْفَرْوَادُ إِنْ شَتَّمْ (وَإِنْ قَنَ أَهْلَ  
الْكِتَبِ إِلَّا لَوْمَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (۱۷)

الله کے رسول نے ایک غریبی کا واقعہ بے اس ذات کی جس کے باوجود میں جیری جان  
کے قریب ہے کہ تمہارے درمیان میں بن مریم ایک نادل حکماں کی سیشیت سے  
نازال ہوں گے، پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور غزر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر  
دیں گے اور مال بہت بڑھ جائے گا یہاں تک کہ کوئی بھی اسے قول نہ کرے گا اور ایک  
سجدہ دنیا و مافیہا سے بچتھ رہو گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے: اگر تم  
چاہو تو آیت پڑھو: (۱۸) وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ  
الْقِيمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔ یعنی اہل کتاب میں سے کوئی ایک بھی ایسا بھی ہو گا  
گردوں حضرت علی بن مریمؓ پر ایمان لے کر آئے گا اور وہ ان کے خلاف قیامت کے  
دن گواہی دیں گے۔

امام نوویؓ اس نظریت کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى أَنَّ مَذْهَبَ أَبْنَى هَرِيرَةَ فِي الْآيَةِ أَنَّ الضَّمِيرَ فِي  
مَوْتِهِ يَعُودُ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَعْنَاهَا وَمَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَكُونُ

فِي ذَمِّ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا مِنْ آمَنَ بِهِ وَعَلِمَ أَنَّهُ عَبْدَ اللَّهِ وَابْنَ أَمْتَهِ (۱۹)

وَهَذَا أَقْلَابُ جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ (۲۰)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت مبارکہ کے تاریخ میں حضرت

ابو ہریرہؓ کا نام ہب یہ ہے کہ مُؤْتَهِ، میں ہم ضمیر حضرت علی بن مریمؓ کی طرف

لوٹ رہی ہے اور آیت کا مفہوم ان کے نزدیک یہ ہو گا کہ حضرت علی بن مریمؓ کے

زمانے میں کوئی بھی کتابی اسناد رہے گا جو حضرت علی بن مریمؓ پر ایمان نہ لے آئے

اور ان کو اللہ کا بندہ اور ان کی کوئی کا بینانہ جان لے پھر ان کی ایک جماعت کو قتل

کی گئی ہے۔

ایسا ہی قول اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مختلف اسناد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی

منقول ہے۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

حدثنا ابن بشار قال ثنا عبد الرحمن قال ثنا سفيان عن أبي حصين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس (وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ إِلَّا لَيُوْمَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ) قال قبل موت عيسى۔<sup>(۱)</sup>

”بمیں اہن بشار نے انہوں نے کہا: بمیں عبد الرحمن نے، انہوں نے کہا: بمیں سفیان نے ابو حصین سے بیان کیا ہے اور وہ سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے (وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ إِلَّا لَيُوْمَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ) میں ”موت“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی موت سے پہلے۔“

علامہ ابن حجر اس قول کی استنادی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وبهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه ياسناد صحيح<sup>(۲)</sup>

”ای قول کو ابن عباسؓ نے یقین کے ساتھ بیان کیا ہے، ابن عباسؓ کے اس قول کو ابن جریر طبریؓ نے صحیح سند کے ساتھ سعید بن جبیرؓ سے نقل کیا ہے۔“

(جاری ہے)

حوالی

(۱) تفسیر مقاتل: سورۃ النساء: ۱۵۹۔

(۲) الوسيط: سورۃ النساء: ۱۵۹۔

(۳) تفسیر القرآن: سورۃ النساء: ۱۵۹۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ وصحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکماً بشریعة نبینا محمد ﷺ۔

(۵) شرح التووی مع صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم حکماً بشریعة نبینا محمد ﷺ۔

(۶) تفسیر طبری: سورۃ النساء: ۱۵۹۔

(۷) فتح الباری مع صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم۔

**تصحیح:** مضمون ہذا کی دوسری قط (حکمت قرآن تبریز، ص ۲۱) میں الفاظ قرآنی (بیتِ) اللہُ لَكُمْ أَنْ تَضْلُلُوا کا حوالہ سہوا (النساء: ۱۷۲) درج ہو گیا تھا، صحیح حوالہ (النساء: ۱۷۶) ہے۔ ادارہ اس کا ہو پر مذکور خواہ ہے۔

# اسلام: حافظ ناموس زن

ڈاکٹر رقیہ جعفری صدیق، یگور اغا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی رفاقت کے لیے حضرت حوا کو پیدا کیا اور دونوں کو جنت قردوں میں بسایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور شیطان کو حضرت آدم علیہ کو بجھ دیا تو فرشتے بجھ بجالائے، لیکن شیطان نے اپنے نسلی غرور و تکبر کی بنا پر بجھ کرنے سے انکار کیا اور تا قیامت اللہ تعالیٰ کی لعنت و پنکار کا شکار ہوا۔ انتقاماً شیطان نے آدم و حوا کو خدا کے محتوی کر دے چکل کو کھانے پر اس کیا اور وہ دونوں اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ پھر دونوں نے توبہ کی اور اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی کے الفاظ بھی سکھائے اور معاف بھی کر دیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

(فَلَقْتُ أَدْمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتَ قَاتَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ الْعَوَابُ الرَّحِيمُ) (آل عمران)

”پھر آدم نے اپنے رب سے (توبہ کے) چند کلمات سکھائے تیرتے اس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی تو قبول کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔“

پھر اللہ نے حضرت آدم کو دنیا میں اپنا ظلیف (vicegerent) بنایا کہ شیطان تا قیامت حضرت آدم اور اولاد آدم کا داعی اور کھلا دشمن ہے، اس کے بہکاوے میں نہ آئیں اور اللہ کی ہدایات کی رسی مضمونی سے تمام کر آخت میں جنت کے حق دار بن جائیں۔ حالانکہ شیطان کے فریب و بہکاوے میں آ کر گناہ حضرت آدم اور حوا دونوں نے کیا تھا۔ دونوں نے توبہ کی اور اللہ نے دونوں کی توبہ بھی قبول کی اور مغفرت بھی کر دی اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دونوں کو دنیا میں بھیجا۔ لیکن یہی اور یہودی آج بھی حضرت حوا پر لعنت سمجھتے ہیں کہ ان کی غلطی و گناہ کی بنا پر حضرت آدم جنت سے نکالے گئے۔ یہ ایک جھوٹ ہے بہتان ہے۔ اس طرح وہ حضرت حوا کو ایک عورت ہونے کے ناطے ذلیل کرتے ہیں۔ سیجست

کے قدیمی علمبردار عورت کو سکناہ کی تپلی زہریلی نامگن، ایک گندی روح، ایک بے روح شے، چیزیں وغیرہ وغیرہ ایسے برے القاب سے تشہید دیتے ہیں، عورت ذات سے ذوری کو مقدس سمجھتے ہیں، شادی شدہ زندگی سے کراہت دلاتے ہیں، رہبانیت کو فرنگ دیتے ہیں لور عوڑٹ پر ہلم جائز قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ۱۵۱ء میں عسکر یا نام پونے لامبی سمجھی عورتوں کو زندہ جلایا گیا۔ روم شہنشاہیت کے ذور میں مزا کے طور پر عورتوں کو درختوں سے لٹکا کر ان کے بیزوں تے آگ لگائی جاتی تھی، ان کے بدن پر ابلا ہوتا تسلیم ڈلا جاتا تھا، ان کو تیز رفتار گھوڑوں کے پیروں سے یاندھ کر گھینٹا جاتا تھا۔ عورت ذات پر برستت کی انتہائی۔

یہ سوچتے میں عورت کی حالت ایک لوٹدی سے بھی بدتر تھی۔ وہ مرد کے پیروں کی جو قیمتی جانی تھی اور لعنت و ملامت کی شکار بھی۔ ہندو دھرم میں وہ مرد کی دلی، ایک بے ہمیز (an evil thing) ایک بے وفا ہستی اور ایک انتہائی خطرناک ناقابل اعتبار شے بھی جاتی تھی۔ یہودہ کو شوہر کی پڑتال میں تھی ہونا پڑتا تھا۔ اگر کوئی یہودہ کی سے بچ جاتی تو اس کی حشرت جانوروں سے بدتر ہوتی۔ یہودہ کو ایک اچھیوت کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ اس کے سر کیے بال منڈواریے جاتے اسے ہر قریب سے دور رکھا جاتا اور اس کو نجوس سمجھا جاتا تھا۔

ان تمام مذاہب کے برعکس چودہ سو سال پہلے اسلام نے عورت کو علت و تقدیس کے اعلیٰ درجوں پر فائز کر دیا۔ عورت کو ذہنی و روحانی اور عقلی بینیادوں پر مرد کے برابر قرار دیا اور انسانی حقوق میں مساوات قائم کی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لِرَأْيِ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْفَتَّاحِينَ وَالْفَتَّاتِ

وَالصَّدِيقُونَ وَالصَّدِيقَاتُ وَالصَّرِيفُونَ وَالْجَيْشُونَ وَالْعَشَّاعِينَ  
وَالْمُتَعَذِّقُونَ وَالْمُتَعَذِّقَاتُ وَالصَّانِيمُونَ فِي الصَّيْمَةِ وَالْحَفَظِينَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ  
وَالْحَفَظِيَّةِ وَالدُّكَّارِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالدُّكَّارَاتِ أَعْدَ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا

کرنے والی عورتیں صدق کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں نعمتیہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنے شرمنگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور (امنکار مکہوں کی) حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے بیاد کرنے والے مرد اور (اللہ کو) کثرت سے بیاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان سب کے نیلے مغفرت اور اجر عظیم تiar کر کھا ہے۔

اسلام وہ سیلہ مذہب ہے جسی ہے عورتوں کو بے حساب حقوق دیے اور ان کے حقوق کی حفاظت بھی کی۔ رسول کریم ﷺ نے عورتوں کے سب سے پڑے نجات (emancipator) ہیں۔ آج جو ہر طرف عورتوں کے حقوق، عورتوں کی آزادی اور عورتوں کی تعلیم و معاشری فروغ کے لئے سب سے سانی دے رہی ہیں یہ دو اصل اللہ کے رسول ﷺ کے چودہ سو سال پہلے کے نفر دل کی گونج (echo) ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرٌ كُمْ لَا هُلْهِلَةٍ وَأَنَا خَيْرٌ كُمْ لَا هُلْهِلَةٍ)) (۱۰)

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں (بیوی بیویوں) کے ساتھ حسن سلوک کے معاملے میں سب سے بہتر ہے اور تم اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کے معاملے میں تم سب سے بہتر ہوں۔"

عورت مرد کی نصف بہتر (better half) ہے۔ میاں بھوی ایک دوسرے کے لیے لباس (raiment) ہیں۔ ماں کے بیرون ٹلتے جنت تے۔ بیچ اور بھن جنت کے دروازے ہیں اور ماں کا درجہ بآپ سے تین گناز زیادہ ہے۔ شادی شدہ عورت کو محضنہ (حصار بند) قرار دیا گیا ہے اور روحانی اور ذہنی اعتبار سے (spiritually & intellectually) عورت اور مرد برابر ہیں۔ چھاں تک مساوات کا قائقہ ہے اسلام نے عورت اور مرد کو برابر سے حقوق (rights) دیے ہیں، لیکن ان کے فرائض الگ الگ رکھتے ہیں۔ مرد کی مخصوص جسمانی ساخت کی بنا پر میلی ہے اخراجات کی ذمہ داری روزی روزی کی ذمہ داری اور میلی ہی حفاظت کی ذمہ داری مرد کے پر دی گئی ہے اور عورت پر گھر کی چار دیواری کے اندر بچوں کی اخلاقی تعلیم و تربیت اور گھمہداشت، گھر کی صفائی اور سجاوٹ اور شوہر کی خدمت اور اطاعت فرض کی گئی ہے۔ عورت کو گھر کی ملکہ کے قلب سے توازن لگایا ہے۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے مھورے کے گھر کے نظام کو پرسکون طریقے سے چلانا چاہیے۔ لیکن جل طرح ایک ملک کے دو حاکم ہیں

(۱) سنن الترمذی، کتاب المذاقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فضل ازواج النبي ﷺ

ہو سکتے، ایک اسکول کے دو ہیڈ ماسٹرنیں ہو سکتے، ایک ریاست کے دو چیف منیشنیں ہو سکتے، اسی طرح گھر بیوی نظام کے دو سربراہ (Heads) نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے مرد کی جسمانی ساخت، فیملی کے اخراجات کی ذمہ داری اور اس کی مختلف نفیات کو مد نظر رکھتے ہوئے گھر کے اختلافی مسائل میں آخوندی فیصلے کا حق مرد کو دیا ہے، یعنی عورت کے مقابلے میں مرد کو ایک درجہ زیادہ دیا گیا ہے۔ اس میں عورت کی ہنگام مطلقاً نہیں ہے جس کو بنیاد بنا کر غیر مسلم اور ترقی پسند (progressive) مسلمان عورتوں کو بہکار ہے ہیں۔ ایک باشودہ بیندار بیوی فیصلے کا شرف اپنے شوہر کو دے کر اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ روحانی سکون و سرو محسوس کرے گی۔ بیوی کو چاہیے کہ مشورہ دے کر پوری خوش دلی اور خلوص کے ساتھ فیصلے کا حق اپنے شوہر کو دے دے ورنہ جہاں دو حاکم ہوتے ہیں وہاں اختلاف، رنجشیں، تلمیزیاں اور مسائل بڑھتے جاتے ہیں اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اسلام نے مرد کو تینی بھی کی ہے کہ مردا پنے اس حق کا غلط استعمال کر کے بیوی کو دکھنے پہنچائے۔ بیوی تو مرد کی رفتی (helpmate) ہے، اس کی ماتحت (subordinate) نہیں۔

اسلام نے عورتوں پر حقوق کی بارش کر دی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ دینی و دُنیوی تعلیم حاصل کرنے کا حق، والدین و شوہر اور اولاد کی وراثت میں حق، شوہر کو منتخب کرنے کا حق، مہر کا حق اور ظالم شوہر سے نجات پانے کے لیے خلع کا حق، شرعی حدود میں رہ کر کمانے، دینی و قومی خدمت کرنے کا حق، اپنے حصے کی دولت و جائیداد کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کا حق وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے لباس (raiment) ہیں۔ جس طرح لباس بدن کو ڈھانپتا ہے، عیوب کو چھپاتا ہے اور شخصیت کو نکھرتا ہے اسی طرح مومن مرد اور مومن عورت ایک دوسرے کی کمزوریوں اور عیوب پر پردہ ڈالتے ہیں، ایک دوسرے کے لیے سکون کا باعث بنتے ہیں اور ازدواجی زندگی کو خوشنما، مثالی اور دوسروں کے لیے قابل تقلید بنتے ہیں۔

اسلام نے عورت پر پردہ فرض کیا ہے، یعنی جب بھی عورت گھر سے باہر نکلے تو اپنی زینت کو چھپائے اور سوائے اپنے چہرے اور ہاتھوں کے اپنے پورے جسم کو چادر یا حجاب سے چھپائے رکھے۔ حجاب دراصل شریعت محمدی کی طرف سے ایک نایاب تھغہ اور تحفظ کی بہترین نشانی ہے، جس کو مغرب (West) نے مسلمان عورتوں کے لیے ایک ظلم و زیادتی قرار

دیا ہے۔ بے پر دگی اور خود ساختہ آزادی نے مغربی عورت کو مرد کے ہاتھوں کھلوٹا بنا دیا ہے، اُس کی عصمت و آبرو کو تار تار کر دیا ہے۔ مرد نے عورت کو گلی کے ٹکڑ پر کھڑا کر دیا تاکہ ہر آنے والا اس کو استعمال کر کے چھینک دے۔ دراصل مغرب نے عورت کو گھر کے باہر رکھی جانے والی جوئی بنا دیا ہے اور اسلام نے عورت کو گھر کے اندر محفوظ رکھی جانے والی تجویری بنا دیا ہے۔ اسلام نے ماں کو بچوں کی پہلی معلمہ اور اس کی گود کو پہلی درس گاہ قرار دیا۔ ماں کی شفقت بھری گود کو پنج کا پر سکون گوارہ بنا دیا۔ ماں کے دودھ کو دینا کا بہترین مشروب قرار دیا اور ماں کے لس (lullabies) اور لوریوں (touch) کو پنج کے لیے روحانی نشر۔

اسلامی نظام و راثت مسلمان عورت کے لیے نعمتِ عظیمی ہے۔ والدین و شوہر کی وراثت میں حصوں کے علاوہ بیٹوں بھائیوں اور بچاؤں کی وراثت میں بھی عورت کا حصہ رکھا گیا۔ شرعی حدود میں رہ کر برس کرنے کا حق، زر زیور اور جائیداد کرنے کا حق، اپنی مرضی سے اپنی دولت کو خرچ کرنے کا حق اور دینی و قومی کاموں میں اپنی دولت کو صرف کرنے کا حق بھی دیا۔ شریعت محمدی نے عورت کو اتنی حد تک مالی طور پر ستمخم بنا دیا کہ اگر یوں امیر ہے اور شوہر معمولی حیثیت کا ہے تو بھی شوہر کا فرض ہے کہ یوں کی کفالت کرے اور یوں کی آمدنی یا جائیداد یا زیورات یوں کی مرضی کے بغیر تصرف میں نہ لائے، ورنہ وہ اللہ کی نظر و میں ظالم اور گناہ گار ٹھہرایا جائے گا۔ بیٹی اور بیکن کو پورے خلوص و شفقت کے ساتھ پال پوس کر تعلیم و تربیت سے آرائست کرنا اور بالغ ہونے کے بعد اپنی حیثیت کے مطابق شادی کر کے اس کا گھر بنا مسلمان مرد پر فرض ہے اور اس کی جزا جنت کا دروازہ ہے۔

سنت کی روشنی میں حصول تعلیم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مسلمان عورت قرآن، حدیث و فتنت کے علاوہ اعلیٰ ذینوی تعلیم بھی حاصل کر سکتی ہے۔ وہ ایک مؤمن ڈاکٹر، مؤمن پیغمبر اور مؤمن ٹیچر بن کر قوم و ملت کی خدمت انجام دے سکتی ہے۔ وہ قوم و ملت کے سو شل کاموں میں براہ راست حصہ لے سکتی ہے۔ عالمہ و فاضلہ بن کر عورتوں میں رشد و ہدایت کا کام میں بھیت ایم ڈیم ناموازا ناموازا کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر بن کر زنانہ امراض کا علاج اور ہنگامی حالات میں اپنی قوم کے زخیموں کی امن برپا بلکہ مزم مرمہم پی بھی کر سکتی ہے۔

اسلام نے مسلمان عورت کو سربراہِ مملکت بننے سے منع فرمایا ہے۔ اس نکتے کو لے کر اُن کو خوش کر کر دشمنان اسلام مسلمان عورتوں کو بھڑکاتے ہیں کہ اس میں عورت کی تذلیل ہے اور شریعت کا پس افراد دن کو

محمدی علیہ السلام عورت کو مردوں کے برابر عزت و احترام اور اعلیٰ منصب دینا نہیں چاہتی اور اسلام میں مساوات (equality) کے خلاف ہے۔ دراصل اس حکم میں گھری مصالحتیں پوشیدہ ہیں۔ جب عورت سربراہ مملکت بنتی ہے تو اس اے عہدے کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی۔ مکمل حجاب نہیں کر سکتی، غیر محرم مردوں کے شانہ بشاشنا ہے۔ چنان پڑتا ہے اکثر مرمودوں سے مصافحہ کرنے پڑتا ہے۔ میشناوں میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔ غیر مرمونوں سے نظریں ملا کر بات کرنا پڑتی ہے۔ اپنے گھر کی ذمہ داریوں سے دور رہنے والوں میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔ دور رہنے والوں میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔ ڈوروں (tours) پر جانا پڑتا ہے۔ ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز بنانا پڑتا ہے۔ پہلے پر و گراموں میں تصویر کشی کی وجہ سے نیوز پیپر ویب کی آئینہ بنتا پڑتا ہے۔ ویسے عورت قدرتی طوز یہ ایام حیض (menses) میں ذہنی و جسمانی طور پر چست (alert) نہیں رہ سکتی۔ لان الایم میں وہ نہ قوی و مین الاقوای سطح پر صحیح فیصلے کرنے سے قادر رہتی ہے۔ زیگی کے بعد تو دو تین ماہ تک پہلے لائف اور حکومتی کا موال میں حصہ نہیں لیتے۔ سکن اور بچاک سے سماں سالی کی ہموکے دوڑان (menopausal age) میں اکثر ذہنی و جسمانی طور پر بیمار اور سچے چیزیں ہو جاتی ہے۔ بامبار اپنے گھر سے دوری کا اثر شوہر اور بچوں پر نفی اندازان میں پڑتا ہے۔ گھر کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ شوہر اپنی ازدواجی زندگی سے غیب نہیں اور سچے بے راہ روی اور سایہ (depression) کا بیان شکار ہو جاتے ہیں۔ گھر میں والی دوستی کی فراہمی اور نوکروں کی اکثرت ذہنی ضروری کے جو سکون غارت ہو جاتا ہے اور کچھ شوہر احساسِ کسری اور دوستوں و رشتہ داروں کے طعنوں اور بھی ہو جاتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر مملکت کی تحریک اور مسلمان عورت کے لیے شرعاً

اعریقت کا مقصد عورت کی تذلیل قبھا نہیں ہے بلکہ یہ عہدہ عورت کے لیے (incompatibilité) ہے۔ پر ایوبیت سکریٹری اور استقبالیہ کلرک (receptionist)، مردوں کی وارثی

کی کیڈیکشنا اور پولیس انسپکٹر کے عہدے بھی مسلمان عورت کے لیے لا اکی عزت و وقار کے منافی ہیں۔ ایک ہوشیں کے روپ میں عورت کا کوئی اپ سے پرکش بنا، انداز گفتگو میں پہلے پیدا کرنا۔

مصنوعی مکر اہمیں بکھراتے رہنا، شراب و سکوئیٹ سے خاطر

وہیں تھا۔ وہیں الارجح و ملطف پارٹیوں میں ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز بنانا۔

ضوری ہوتا ہے جو شریعت کے احکامات کے میں خلاف ہے بلکہ حکماہ بھری زندگی ہے۔ پرمایمیت سیکرری کو بھی اپنے بدن اور چہرے کو ہر لمحہ جاؤ اپنے نظر پہانا، اپنے باش (boss) اور ملاقاتیوں (visitors) کو مسحور کرنے کی ادائیں پیدا کرنا، ملتوں یا ریشن میں شریک ہونا اور کسی بھتار اپنے بہاس کے اشارے پر بزنس میں (businessman) کو بھی دادیش دینا پڑتا ہے۔ پرمایمیت سیکرری اور بہاس کو اکثر خلوت (complete privacy) حاصل ہوتی ہے اس بہا پر اکثر سیکرری خواتین اپنے بہاس سے جسی طور پر آسانی سے ملوث (involve) ہو جاتی ہیں تا جائز حمل کی شکل میں، اکثر خود کشی بھی کرتی ہیں پس واضح حمل کر رہتی ہیں۔ شریف طبع سیکرری خواتین بیک سیک اور وہی تاؤ کا شکار ہو جاتی ہیں اور وہی بھی انہیں نوکری سے باتھو دھونا پڑتا ہے۔

ہبتالوں میں مردوں کے وارڈوں میں نرسوں کی ذیوثی بے حد ضرر رہا ہے۔ آج کل زنا بالجر (rape) کے واقعات بھی سنئے میں آ رہے ہیں۔ ناف سے گھنٹوں کے درمیان کی صفائی اور ڈرینگ اینجا (catheterisation) یا خیز ارزیش (catheterisation) میں کام خواتین نرسوں کو دینا گناہ ہے۔ یہ کام مرد نرسوں کے حوالے کرنے چاہیں، لیکن ہبتالوں میں عموماً یہ کام خواتین نرسیں کرتی ہیں۔ ظاہر ہے مریضوں کے ساتھ ساتھ نرسوں کے جنسی جذبات بھی بھڑک جاتے ہیں اور نتیجتاً نرسوں میں جسی بے راہ روی کی شرج دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ ایک لیڈی پولیس اسپکٹر کی نوکری تقویعیت ذات کے لیے بے انہذا خطرناک ہے۔ ایک آسانی غنڈوں اور بدمعاشوں کا شکار ہو سکتی ہے۔ عورت بہر حال ناٹک انداز ہے۔ اس کو اپنے دفاع کے لیے مرد کی ضرورت لازی ہے۔ وہ پولیس کی ٹارٹ وردی پہن کر اپنے جسم کے شیب دفراز کی خطرناک نمائش کرتی ہے۔ ایک شریف انفس مرد بھی اسی کو دیکھ کر جنسی طور پر بھڑک سکتا ہے۔ غنڈے اور بدمعاش تو چنکیوں میں اس کو زیر کر سکتے ہیں۔ بہر حال اسلام میں عورت کے مقام کے موضوع پر جلدیوں کی جلدیں (volumes) of books لکھی جا سکتی ہیں۔ میں نے تو اس موضوع پر ملکی روشنی ڈالی ہے۔ یہ حقیقت ظہر من الشس ہے کہ عورت کا مقام اسلام میں اعلیٰ وارفع ہے۔ عورت ماں کی حیثیت میں پ سے تین گناہ زیادہ، بہن اور بیٹی کی حیثیت میں بھائی اور بیٹے سے زیادہ ہے۔ عورت

خاندان کا مرکز (nucleus) قرار دی گئی ہے۔  
 یہ اور بات ہے کہ آج کی مسلمان عورتیں مغرب کی اندھی تقلید میں اپنی گران قدرستی کو  
 مناڑتی ہیں۔ مغربی تہذیب کی گندی نالی میں غوبے لگا کر اپنے وقار و قوت اور عظمت کی دھیان  
 اڑا رہی ہیں۔ تدبیاً کی رہیں اور تذمیرت کی۔ اب بھی وقت ہے جا گئے حضرت مریم حضرت  
 آسیہ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؑ کے نقوش کو اپنائیے۔ (لَهُ كَانَ تَوَابًا) "الله تعالیٰ بے  
 شک توبہ قبول کرتے والا ہے"۔ توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کو بے حد محظوظ ہیں۔ خود کی اصلاح  
 اور نی پوڈ کی اصلاح و تربیت کا یہ زامنا ہے۔ وہ چالیس سالہ ہنہری دور (golden era)  
 ضرور آئے گا جس کا رب نے وعدہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ ضرور آئے گا! ۱۰۰  
 (لَا تَشْكُرُ ذِكْرَنِي ۚ جَنِينِي ۖ وَالِّي)

### باقیہ فہم قرآن میں شان نزول کی اہمیت

- (۱۰) اینا، ص ۱۸۳۔
- (۱۱) اینا، ص ۱۸۴۔
- (۱۲) اینا، ص ۱۸۵۔
- (۱۳) ولی اللہ شاہ الفوزان الکبیر فی اصول الفیر (لاہور: شیخ محمد بشیر احمد نجفی، سن)، ص ۸۹۔
- (۱۴) زکشی بدر الدین البرہان فی علوم القرآن، بحوالہ صحیح صالح علوم القرآن، ص ۲۰۲۔
- (۱۵) صحیح صالح علوم القرآن، ص ۳۰۲۔
- (۱۶) صحیح البخاری، کتاب الشہادات، باب لا یسئل اهل الشرک عن الشہادة وغیرها۔
- (۱۷) ولی اللہ الفوزان الکبیر، ص ۹۲۔
- (۱۸) صحیح صالح علوم القرآن، ص ۱۸۷۔
- (۱۹) ولی اللہ الفوزان الکبیر، ص ۹۳۔
- (۲۰) ذھلوں، ذاکر عرفان خالد، علم اصول فقہ: ایک تعارف، ج ۱، ص ۱۸۰۔



# اشاریہ ماہنامہ حکمتِ قرآن لاہور

۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۴ء [جلد ۲۳]

مرتب: محمد شاہد حنفی \*

اس اشاریہ میں تمام مضامین کی موضوعاتی تقسیم کے بعد ان کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے رکھا گیا ہے تا کہ موضوع کا علمی ارتقاء بھی مدنظر رہے۔ اس کے ساتھ تصریح کتب کو بھی مختلف موضوع کے تحت مقالات کے بعد لکھ لگا کر یہ کتب کی تفصیل دے دی گئی ہے تا کہ محققین کو اپنے موضوع کے بارے میں ایک ہی جگہ پر مقالات اور کتب سے آگاہی ہو سکے۔

## قرآن و علوم قرآن

### تعارف قرآن

۱۸-۵	۲۰۰۵	فروزی	تعارف قرآن [قرآن کی زبان اور اسلوب قرآن ...]
۲۳-۳	۲۰۰۵	مارچ	تعارف قرآن [قرآن کی ترتیب و تسمیہ اور مدونین ...]
۱۶-۳	۲۰۰۵	اپریل	تعارف قرآن [قرآن کا موضوع ...]
۲۵-۳	۲۰۰۵	مئی	تعارف قرآن [نہم قرآن کے اصول ...]
۲۵-۳	۲۰۰۵	جون	تعارف قرآن [اعجاز قرآن کی بنیادی وجہ ...]
۱۶-۵	۲۰۰۵	جولائی	تعارف قرآن [...]

### دورہ ترجمہ قرآن

۲	۲۰۰۶	جنوری	دورہ ترجمہ قرآن کی اشاعت کا آغاز
۲۳-۳	۲۰۰۶	جنوری	سورۃ الفاتحہ [دورہ ترجمہ قرآن]
۱۳-۳	۲۰۰۶	فروزی	سورۃ البقرۃ: ۱-۷ [دورہ ترجمہ قرآن]
۱۳-۳	۲۰۰۶	مارچ	سورۃ البقرۃ: ۸-۲۰ [دورہ ترجمہ قرآن]

\* انجمن شعبہ رسائل و جرائد مجلس تحقیق الایلامی ماؤنٹ نیشن لاہور

☆ "حرف اقل" کے عنوان سے ادارتی مضامین

۱۳۔۳	۲۰۰۶	اپریل	سورہ البقرۃ: ۴۹۔۴۱ [دورہ ترجمہ قرآن]	اسرار احمد، ذاکر
۱۸۔۳	۲۰۰۶	مئی	سورہ البقرۃ: ۳۹۔۳۰ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۲۲۔۳	۲۰۰۶	جون	سورہ البقرۃ: ۵۹۔۳۰ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۶۔۳	۲۰۰۶	ستمبر	سورہ البقرۃ: ۹۰۔۳ کے [دورہ ترجمہ قرآن]	
۲	۲۰۰۶	اکتوبر	تحریک سعد جوئی الی القرآن کالائیسا ہم سنگ میں: [دورہ ترجمہ قرآن]	خالد محمود خضر
۱۰۔۳	۲۰۰۶	اکتوبر	سورہ البقرۃ: ۵۔۷ کے [دورہ ترجمہ قرآن]	اسرار احمد، ذاکر
۱۸۔۳	۲۰۰۶	دسمبر	سورہ البقرۃ: ۸۳۔۸۶ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۵۔۳	۲۰۰۶	جنوری	سورہ البقرۃ: ۹۷۔۹۲ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۳۔۳	۲۰۰۶	فروری	سورہ البقرۃ: ۱۱۳۔۱۱۳ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۶۔۳	۲۰۰۶	مارچ	سورہ البقرۃ: ۱۲۲۔۱۲۳ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۳۔۳	۲۰۰۶	اپریل	سورہ البقرۃ: ۱۳۲۔۱۳۲ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۳۲۔۵	۲۰۰۶	مئی	سورہ البقرۃ: ۱۵۳۔۱۵۳ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۲۳۔۳	۲۰۰۶	جون	سورہ البقرۃ: ۱۷۔۱۸۸ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۲۲۔۳	۲۰۰۶	جولائی	سورہ البقرۃ: ۱۸۹۔۱۸۹ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۲۰۔۵	۲۰۰۶	اگسٹ	سورہ البقرۃ: ۲۱۱۔۲۱۱ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۸۔۳	۲۰۰۶	ستمبر	سورہ البقرۃ: ۲۲۲۔۲۲۲ [دورہ ترجمہ قرآن]	
۱۶۔۵	۲۰۰۶	دسمبر	سورہ البقرۃ: ۲۳۲۔۲۳۲ [دورہ ترجمہ قرآن]	

### ترجمہ قرآن مع صرفی و نحوی تشریع

۳۲۔۳۱	۲۰۰۳	اکتوبر	طف الرحمن خال سورة البقرۃ: آیت ۱۱۵	
۳۲۔۳۲	۲۰۰۳	دسمبر	سورة البقرۃ: ۱۲۰	
۵۲۔۳۳	۲۰۰۵	جنوری	سورة البقرۃ: ۱۲۱	
۷۸۔۱۹	۲۰۰۵	فروری	سورة البقرۃ: ۱۲۷	
۷۸۔۲۵	۲۰۰۵	ماਰچ	سورة البقرۃ: ۱۳۱	
۳۰۔۱۷	۲۰۰۵	اپریل	سورة البقرۃ: ۱۳۲	
۵۷۔۵۶	۲۰۰۵		خورشید عالم ترجمہ قرآن مجید، مع صرفی و نحوی تحریج کے باہم میں گزارشات [مکتب] اپریل	
۷۱۔۵۸	۲۰۰۵	اپریل	طف الرحمن خال خورشید عالم کے مکتب کا جواب	
۳۸۔۲۶	۲۰۰۵	مئی	سورة البقرۃ: ۱۳۸	
۲۶۔۱۶	۲۰۰۵	جولائی	سورة البقرۃ: ۱۴۳	

۲۰-۱۲	اگست	۲۰۰۵	طف الرحمن خان	سورۃ البقرۃ: ۱۵۹-۱۶۳
۲۰-۲۰	ستبری	۲۰۰۵		سورۃ البقرۃ: ۱۶۷-۱۶۸
۲۰-۲۲	اکتوبر	۲۰۰۵		سورۃ البقرۃ: ۱۷۳-۱۷۸
۲۲-۲۲	جنوری	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۱۷۷-۱۷۸
۲۰-۱۵	فروری	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۱۸۵-۱۸۸
۲۳-۲۳	مارچ	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۱۸۸-۱۸۹
۲۵-۱۵	اپریل	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۱۹۵-۱۹۶
۳۲-۱۹	مئی	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۲۰۲-۲۰۳
۳۲-۲۳	جون	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۲۱۰-۲۱۳
۲۸-۱۷	ستبری	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۲۱۴-۲۱۵
۲۳-۱۱	اکتوبر	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۲۲۱-۲۲۲
۳۰-۱۹	دسمبر	۲۰۰۶		سورۃ البقرۃ: ۲۲۸-۲۲۹
۲۹-۱۶	جنوری	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۳۲-۲۳۳
۳۱-۱۳	فروری	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۳۲-۲۳۳
۲۹-۱۷	مارچ	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۳۸-۲۳۹
۲۵-۱۵	اپریل	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۵۳-۲۵۴
۳۲-۲۳	مئی	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۵۸-۲۵۹
۳۳-۲۳	جون	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۶۱-۲۶۹
۳۲-۲۳	جولائی	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۶۰-۲۶۲
۳۶-۲۱	اگست	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۷۱-۲۷۲
۲۸-۱۹	ستبری	۲۰۰۷		سورۃ البقرۃ: ۲۸۲-۲۸۳
۲۵-۱۶	اکتوبر	۲۰۰۷		سورۃ آل عمران: ۱۳
۲۹-۱۷	دسمبر	۲۰۰۷		سورۃ آل عمران: ۲۷-۲۸
			نباتات قرآن	
۳۰-۲۵	جون	۲۰۰۲	قاسم محمود، سید	نباتات قرآن - تعارف
۳۱-۲۷	جولائی	۲۰۰۲		أعناب - Grapes
۳۰-۲۸	اگست	۲۰۰۲		أثُل (جماد) - Tamarisk
۲۲-۱۹	ستبری	۲۰۰۲		بَصْل (بیاز) - Onion
۳۲-۲۳	اکتوبر	۲۰۰۲		تین (انجیر) - Fig

۳۶-۳۲	۲۰۰۵	بَسْرَةٌ - Basil
۳۰-۲۹	۲۰۰۵	الزَّيْتُونُ (زَيْتُون) - Olive
۳۳-۲۹	۲۰۰۵	زَقْوَمٌ (زَقْوَم) - Eurphorbia
۳۳-۳۱	۲۰۰۵	ذِنْجِيلٌ - Ginger
۳۲-۳۹	۲۰۰۵	رُمَانٌ (رَمَان) - Pomegranate
۳۰-۲۶	۲۰۰۵	سِدْرٌ - سِدْرَة (صَنْوُر) - Cedar
۲۸-۲۷	۲۰۰۵	صَرْبَعٌ
۲۳-۲۱	۲۰۰۵	مَنْ
۲۸-۲۱	۲۰۰۵	خَلٌ [كَبُور] - Date-Palm
۲۳-۲۱	۲۰۰۵	فُومٌ [بَهْن] - Garlic
۳۵-۳۳	۲۰۰۶	قَنَاءٌ [كَثْرَى، كَبِيرَا]
۳۲-۳۱	۲۰۰۶	كَافُورٌ
۲۸-۲۶	۲۰۰۶	يَقْطِينٌ [لوْكِي، كَدو]
۳۶-۳۳	۲۰۰۶	احمد الدین مادر ہر دی شَجَرَةٌ مِّنْ يَقْطِينٍ [بِسْلَمَةٌ ضَمُونٌ سید قاسم محمود]
قرآنیات (متفرق)		

۲۱۶-۲۱۶	۲۰۰۵	اسرار احمد، ذا اکثر اُمُّ الْمُسَبِّحَاتِ، سورۃ الحمد یہ [اقساط: ۱۹۵۹]
۳۸-۲۲	۲۰۰۳	یوسف سلیم چشتی فلفل کے نہادی مسائل اور قرآن حکیم
۷۰-۵۹	۲۰۰۵	فضل رحیم "خوارازم جہوری قرآن شدی"
۳۲-۳۱	۲۰۰۵	نیجم صدیقی قرآن کا بیقاوم، باہر اسماق میں..... ایک مختصر مگر جامع ترین مضون جنوری ۲۰۰۵
۲	۲۰۰۵	اسرار احمد، ذا اکثر قرآن مجید کی بے حرمتی کا اہم پس منظر *
۳۳-۲۹	۲۰۰۵	بدر الدین زرکشی قرآن کا انداز خطاب اور اس کی اقسام [۱]
۳۹-۲۹	۲۰۰۵	بدر الدین زرکشی قرآن کا انداز خطاب اور اس کی اقسام [۲]
۵۲-۳۰	۲۰۰۵	محمود احمد غازی قرآن پاک کا موضوع
۵۹-۳۹	۲۰۰۵	محمد زبیر قرآن مجید: کلامِ الہی یا عبارت کلامِ الہی؟
۲۹-۳	۲۰۰۵	اسرار احمد، ذا اکثر جہاد بالقرآن [۱]
۳۱-۳	۲۰۰۵	اسرار احمد، ذا اکثر جہاد بالقرآن [۲]
۳۸-۳	۲۰۰۵	اسرار احمد، ذا اکثر جہاد بالقرآن کے پانچ محادی
۲	۲۰۰۶	عاطف وحید، حافظ قرآن: ایک مظلوم کتاب :-
۲	۲۰۰۶	عاطف وحید، حافظ عظمت قرآن:-

۳۱۔۳۷	جون ۲۰۰۶	فہم قرآن—شادہ ولی اللہ گی نظریں محبوب احمد خان
۵۰۔۳۷	۲۰۰۶ دسمبر	فضنائل قرآن سے اقتباس [ایمان و تعلیم، اور اعمال کی محنت]
۳۸۔۲۷	جنوری ۲۰۰۷	عظمتِ قرآن — ایک اور پہلو
۴۳۔۲۲	جنوری ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [قرآن پر عمل از سمیہ رمضان] ترجمہ محمد ظہیر الدین پختی
۴۰۔۳۰	مارچ ۲۰۰۷	جلال الدین عمری [قرآن کا پیغام انسانیت کے نام] بلکری تحقیقات اسلامی
۵۶۔۳۵	ماਰچ ۲۰۰۷	حقیقت و مجاز قرآن [ماخوذ] - ۱
۵۸۔۵۷	۲۰۰۵۔۶۔۲۰۰۵	فاروق احمد [روداوی تقریب تقيیم اسناد و برائے ایک سالہ قرآن فتحی کو رس]
۳۶۔۳۷	اپریل ۲۰۰۷	حقیقت و مجاز قرآن [ماخوذ] - ۲
۴۳۔۳۷	اپریل ۲۰۰۷	جواد حیدر [اسالیب تفسیر قرآن اور ظلم و منابع سبب قرآن] - ۱
۳	مئی ۲۰۰۷	محمد واحد حسن عارف [قرآن حکیم اور مقام رسالت] اقتباس
۵۹۔۳۹	مئی ۲۰۰۷	جواد حیدر [اسالیب تفسیر قرآن اور ظلم و منابع سبب قرآن] - ۲
۵۰۔۳۹	جون ۲۰۰۷	محمد زبیر [قرآن میں حذف اور اس کی اقسام] - ۱
۳۹۔۳۱	جولائی ۲۰۰۷	محمد زبیر [قرآن میں حذف اور اس کی اقسام] - ۲
۲	اکتوبر ۲۰۰۷	محمد زبیر [بیان القرآن ☆]
۲	ستمبر ۲۰۰۷	محمد زبیر [ترجمہ قرآن کریم سرکیم ☆]
۳۶۔۳۰	دسمبر ۲۰۰۷	نیعم احمد خان [فہم قرآن میں شانی نزول کی اہمیت]
۴۲۔۶۱	ماрچ ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [معلم بفتح القرآن از سید اعیاز احمد]
۴۳	اکتوبر ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [اربعین تحجید و قراءت از ذا کفرنہ قاری محمد طاہر]
۴۳	۲۰۰۷ آگسٹ	محمد یوسف جنوبی احمدرا [الفرقان] تفسیر سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ از شیخ عمر فاروق
۴۲	مئی ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [سورۃ بیس] [فضل، بلاغت، اہم مصائب] از ظمیل الرحمن پختی
۴۲	اپریل ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [عکس قرآن از اشراق الرحمن خان شیر وانی]
۴۲۔۶۱	مئی ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [الفرقان (پارہ غم) از شیخ عمر فاروق]
۴۳۔۶۲	مئی ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [قرآن مجید کا مختصر اشاری از ذا کفرنہ محمد اشرف]
۶۱	ستمبر ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [القرآن شیء عجیب از غلام نبی طارق]
۴۳۔۶۱	اکتوبر ۲۰۰۷	محمد یوسف جنوبی احمدرا [تعارف الکتاب از ذا کفرنہ اسرار احمد]

### حدیث و علوم حدیث

۳۳۔۳۲	۲۰۰۷ جولائی	محمد سعید الرحمن علوی سنت
۶۳۔۵۱	۲۰۰۵ فروری	محمود الحسن عارف سنت کی تشریحی حیثیت اور سائزے رجم
۵۷۔۳۵	۲۰۰۷ اکتوبر	محمد زیر کیا صحیحین کی حست پر اجھائے ہے؟
۲	۲۰۰۷ مارچ	عاطف وجد پیغام رسال؟ [جیت حدیث] ☆

۶۱	۲۰۰۷ ستمبر	محمد یونس جنوبی [۱] الحکمة - ۸۰ سے زائد احادیث کا مجموعہ از شیخ عمر فاروق
۶۱۔۶۰	۲۰۰۵ جون	محمد یونس جنوبی [۱] حدیث کی اہمیت و ضرورت از خلیل الرحمن چشتی
۶۲	۲۰۰۷ اگست	محمد یونس جنوبی [۱] شرح شامل ترمذی، جلد دوم از مولانا عبدالقیوم حقانی

### فقہ و اجتہاد

۶۰۔۵۹	۲۰۰۷ جون	عدنان شہزاد بحالت موجودہ شیعہ کی مقابہ سنت اور احتداناً گزیر ہے [مکتب]
۶۲۔۵۲	۲۰۰۷ اکتوبر	محمد عبد الرشید ندوی پاک و ہند کے فقیہ مکاتب فکر اور دیگر فرقے
۲	۲۰۰۷ جولائی	محمد زیر اجتماعی اجتہاد ☆
۳۔۲	۲۰۰۷ اگست	محمد زیر اجتماعی اجتہاد ☆

### ایمان و عقائد

۳۸	۲۰۰۷ فروری اپریل	قاسم محمود، سید زندگی کا ظہور و ارتقاء [ذہب، فلسفہ اور سائنس کے تلاقی کی روشنی میں] کل: ۲۰۰
۳۳۔۳۱	۲۰۰۷ جون	محمد یونس جنوبی فوت شدگان کے لئے دعائے مغفرت
۳۸۔۳۵	۲۰۰۷ جولائی	محمد یونس جنوبی اللہ کے تمدن اٹل فیضی
۵۸۔۵۵	۲۰۰۷ جنوری	محمد یونس جنوبی دنیاوی تکلیفوں کی حقیقت
۳۱۔۲۹	۲۰۰۷ ستمبر	محمد سلیمان، حافظ مشرکوں کی محرومیاں
۳۲۔۲۹	۲۰۰۷ اپریل	محمد یونس جنوبی محض اللہ کے لیے محبت [درس حدیث]
۳۳۔۳۳	۲۰۰۷ اپریل	عاصم نعیم عبادت اور استعانت کی قرآنی اصطلاحات
۴۳۔۵۲	۲۰۰۷ فروری اپریل	شوکت یازدی عقیدہ اہمیت سیعۃ اللہ علیہ حقائق کی روشنی میں [۱]
۴۱۔۶۰	۲۰۰۷ مئی	محمد یونس جنوبی توحید اور شرک از محمد خان منہاس، خلیل الرحمن چشتی
۳۸۔۳۵	۲۰۰۷ جون	محمد یونس جنوبی رسولؐ سے حقیقی عجبت کے تقاضے [درس حدیث]
۵۳۔۳۷	۲۰۰۷ اگست	محمد زیر نزول عیسیٰ بن مریم [پیغمبر] [ایک افسانہ یا حقیقت] - ۱
۳۸۔۳۹	۲۰۰۷ ستمبر	محمد زیر نزول عیسیٰ بن مریم [پیغمبر] [ایک افسانہ یا حقیقت] - ۲
۷۲۔۶۰	۲۰۰۷ دسمبر	محمد زیر نزول عیسیٰ بن مریم [پیغمبر] [ایک افسانہ یا حقیقت] - ۳

۳۲	۲۰۰۷	دسمبر ۲۰۰۷ء	اعطف و حیدر اسلام کمل دین ہے ضابط حیات نہیں.....؟
۶۳	۲۰۰۷	مارچ ۲۰۰۷ء	غلام اللہ حقانی (امرا) قیامت سے پہلے تم قیاسیں ازمنہ ریشم
۶۳-۶۴	۲۰۰۷	مئی ۲۰۰۷ء	محمد یوسف جنوجوہ (امرا) ایک آنکھہ والا جال ازگوہ مرثاق

### عبدات

#### نماز

۵۰-۳۹	۲۰۰۷	جنوری ۲۰۰۷ء	جواہر حیدر نماز میں صفائی بندی - اہمیت اور طریقہ کار
۲۸-۲۹	۲۰۰۷	اکتوبر ۲۰۰۷ء	محمد یوسف جنوجوہ نمازگان ہوں کی معافی اور قطبیہ کا ذریعہ [ درس حدیث ]

#### زکوٰۃ

۳۸-۳۳	۲۰۰۷	اپریل ۲۰۰۷ء	عخار حسین فاروقی مصارف زکوٰۃ اور عصر حاضر میں مصالح امت محمدی [ منیمان کرام کیلئے بوت فر ]
۶۳-۶۳	۲۰۰۷	مئی ۲۰۰۷ء	عخار حسین فاروقی مصارف زکوٰۃ میں ساتویں مصرف فی کسبیل اللہ کامغبوم
۶۲-۶۲	۲۰۰۷	مئی ۲۰۰۷ء	ذیر احمد عاشقی راشد یار خان مصارف زکوٰۃ اور عصر حاضر میں مصالح امت محمدی [ عخار حسین ]
۵۸-۳۳	۲۰۰۷	جون ۲۰۰۷ء	فروتنی کے ضمون کا تعاقب [
۵۹-۳۹	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	نوید احمد زکوٰۃ کا مصرف فی کسبیل اللہ
۶۰-۲۵	۲۰۰۷	ستمبر ۲۰۰۷ء	یوسف الفرشادی مصارف زکوٰۃ میں ساتویں مصرف فی کسبیل اللہ کامغبوم
۳-۲	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	اعطف و حیدر، حافظ زکوٰۃ - فی کسبیل اللہ کی مدار و مسئلہ تملیک [ اشاعت خصوصی ]
۱۱-۵	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	ترجمان القرآن، بیدار زکوٰۃ سے متعلق چند تصریحات
۱۶-۱۲	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	خان محمد ربانی حضرات علماء کرام کی خدمت میں چند سوالات
۲۱-۱۷	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	ابوالاعلیٰ مودودی زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک
۳۳-۲۲	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	ظفر احمد عاشقی احکام زکوٰۃ
۷۸-۳۳	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	امین احسن اصلاحی مسئلہ تملیک اور زکوٰۃ سے متعلق بعض دوسرے سائل
۱۲۰-۷۹	۲۰۰۷	جولائی ۲۰۰۷ء	اوارة "مصارف زکوٰۃ" استفادة اور جواب
۳۲-۲۹	۲۰۰۷	اکتوبر ۲۰۰۷ء	مرزا قاسم الدین زکوٰۃ القطر بیکل نند و طعام

#### روزہ

۳۰-۲۳	۲۰۰۷	اکتوبر ۲۰۰۷ء	اسرار احمد، ذاکر رمضان، روزہ اور قرآن
۳۱-۳۷	۲۰۰۷	دسمبر ۲۰۰۷ء	خورشید عالم شوال کے چھر دوزے اور امام مالک کا مسلک
۶۲-۶۲	۲۰۰۷	اپریل ۲۰۰۷ء	رحمت اللہ بشر شوال کے چھر دوزے [ خورشید عالم کے ضمون کا تعاقب ]
۵۹-۵۸	۲۰۰۷	اپریل ۲۰۰۷ء	عبد الگنی ابڑو شوال کے چھر دوزے - چند تسامحات کی نشاندہی [ مکتب ]

۶۱۔۵۹	۲۰۰۵	اپریل	عبدالجی ابیدو کے مکتوب کا جواب   بسلسلہ شوال کے چورزے	خوردید عامم
۲	۲۰۰۵	اکتوبر	آمد بہار کی ہے.....!	خالد محمد خضر
۲۶۔۲۳	۲۰۰۶	اکتوبر	ماوریضاں کے فضائل   درس حدیث	محمد یونس جنگوں
۶۳۔۶۳	۲۰۰۳	مارچ	ارکان اسلام ازمولانا ابوالکرام آزاد	محمد یونس جنگوں (بصرا)
۶۳۔۶۲	۲۰۰۳	جنون	اسلام میں تصور جہاد اور در حادث میں نمل جبار از حافظ بیرونی حسین لاہوری جون	محمد یونس جنگوں (بصرا)
۶۳۔۶۳	۲۰۰۳	جولائی	حج کیسے کریں؟ از عالمہ احسان	محمد یونس جنگوں (بصرا)
۶۳	۲۰۰۶	جنوری	احکام دعا اور زاد مسلم از عبد اللہ الخضری	محمد یونس جنگوں (بصرا)
۶۳	۲۰۰۶	مارچ	تکمیل ذعاء از اشغال الرحمن شیر وانی	محمد یونس جنگوں (بصرا)

ج

اسرار احمد، ڈاکٹر فریضہ جعی اور حیاتِ ایرانی کے مراحل ☆

معاشرتی نظام

عائلي نظام

۵۹۔۳۹	تزریل الرحمن، ذاکر خاندانی منسوب بندی امدادی مطب نظر کاف مطرب کاتباں بن تحریر جنوری ۲۰۰۳ء	۲۰۰۳ء
۶۳	ذالدین سرپرستوں کی فاتح کے بعد یا ہر کوئی معتبر سے نکال کرنے میں خود قارب ہے؟ اپریل ۲۰۰۳ء	۲۰۰۳ء
۶۰۔۵۱	اواد کے حقوق: اسلام کی نظر میں۔ اگست ۲۰۰۳ء	۲۰۰۳ء
۶۱۔۳۷	اسلام میں زوجین کے حقوق۔ [مترجم: محمد زیدرا] ستمبر ۲۰۰۵ء	۲۰۰۵ء
۶۰۔۳۷	فرائض والدین [دریں حدیث] جون ۲۰۰۵ء	۲۰۰۵ء
۵۶۔۳۱	اسلام میں زوجین کے حقوق۔ [۲] [مترجم: محمد زیدرا] جون ۲۰۰۵ء	۲۰۰۵ء
چہرے کا پردہ۔ واجب مستحب یا بدعت؟ (فکر غامدی کے ترجمان اشراق کے مضمون نگار کا تعاقب)		محمد زیدرا، حافظ
[قطع: ۱۸] [۱] وکیپیڈیا، ۲۰۰۵ء میں ۲۲۔۳۹ء / جنوری ۲۰۰۶ء میں ۲۲۔۳۷ء / فروری ۲۰۰۶ء میں ۲۲۔۳۷ء / مارچ ۲۰۰۶ء میں ۲۲۔۳۹ء		۲۰۰۶ء
اپریل ۲۰۰۶ء میں ۲۲۔۳۵ء / ستمبر ۲۰۰۶ء میں ۲۰۔۳۹ء / جون ۲۰۰۶ء میں ۲۰۔۳۷ء / اکتوبر ۲۰۰۶ء میں ۲۰۔۳۷ء		۲۰۰۶ء

محبوب احمد خان ہمسایہ: قرآن و حدیث کی روشنی میں

معاشرتی مسائل

۳۷-۳۵	۲۰۰۳	اُست	اخلاق بہوت سے اکتساب فیض کی شرط اور علامت	احمد یار، حافظ
۳۶-۳۶	۲۰۰۴	جنوری	قرض کے معاملات کی تکلیف [درس حدیث]	محمد یونس جنخوں
۵۹-۵۷	۲۰۰۵	اُست	الاطاف الرحمن: بنوی افہام و تغییر	الاطاف الرحمن: بنوی افہام و تغییر
۳۳-۳۱	۲۰۰۶	دسمبر	پہلی دوسری میں صحیح طرز عمل [درس حدیث]	محمد یونس جنخوں
۳۶-۳۷	۲۰۰۶	دسمبر	”تحفظ حقوق نسوں مل“ یا ”تحفظ فنا فی نسوں مل“	جواد حیدر

۳۶۔۳۲	۲۰۰۷ء فروری	محمد یوسف جنجوہ مکار ماحصلہ معاشرہ کے لیے نظری درس حدیث
۳۰۔۲۷	۲۰۰۷ء اپریل	محمد یوسف جنجوہ بہائی کے بعض تحسین حقوق [درس حدیث]
۳۶۔۳۱	۲۰۰۷ء اپریل	سعدیہ خاور گناہ اور ہماری زندگی پر اس کے اثرات
۳۰۔۳۷	۲۰۰۷ء جولائی	محمد یوسف جنجوہ تکمیر کا انعام [درس حدیث]
۱۵۔۳	۲۰۰۷ء اکتوبر	اسرار احمد، ڈاکٹر اسلام میں خدمت غلق کا تصور
۸۰۔۷۳	۲۰۰۷ء دسمبر	رقیٰ جعفری اسلام: حافظہ ناموی زن
۱۱۲	۲۰۰۳ء جون	islamی آداب زندگی [پیش نظر عبد القیوم حقانی] از منصور الزماں صدیقی دسمبر ۲۰۰۳ء
۴۳	۲۰۰۵ء جنوری	امان جی ازمولا ناصر عبد القیوم حقانی
۲۳۔۲۲	۲۰۰۵ء اگست	حقیقت از محمد اشرف بٹ
۶۲۔۲۳	۲۰۰۵ء مارچ	در بار الہی کے آداب - احکام المساجد از صاحب حسن
۶۲۔۲۳	۲۰۰۳ء اکتوبر	ذکر مال از غلام سرو شیخ
۶۲	۲۰۰۳ء ستمبر	شریعت اسلامیہ کے محسن از شیخ عمر فاروق
۶۲	۲۰۰۵ء جنوری	مال کی عظمت از جیل احمد پالا اکٹی
۶۲۔۲۳	۲۰۰۳ء جون	ہدیۃ العروی از حافظہ بہشی حسین لاہوری
۶۲۔۲۳	۲۰۰۶ء فروری	islamی آداب و اخلاق از مفتی حسام اللہ شریفی
۶۲	۲۰۰۶ء فروری	ترییت اولاد کے مضمون میں والدین کی شرعی ذمہ داریاں از محبوب احمد خان
۶۰۔۵۹	۲۰۰۶ء جون	والدین کے حقوق و فرائض از مفتی حسام اللہ شریفی
۶۰۔۶۰	۲۰۰۶ء جون	میاں یوپی کے حقوق و فرائض از مفتی حسام اللہ شریفی
۶۱۔۶۰	۲۰۰۷ء مارچ	ماہنامہ ذکریٰ نئی دہلی کا "اسلام کا خاندانی نظام" تجزیہ
۶۲۔۲۲	۲۰۰۷ء مارچ	باب از غلام سرو شیخ معاشی مسائل
۳۵۔۳۳	۲۰۰۷ء مئی	محمد یوسف جنجوہ مال وزر [درس حدیث]
۳۸۔۳۶	۲۰۰۷ء مئی	عمران حیدر بیان القفل
۴۰۔۳۹	۲۰۰۷ء ستمبر	ربنا اللہ سبیلہ [اشکالات اور اُن کا جواب] - ۱
تعلیم و تعلم		
۳۳۔۳۵	۲۰۰۳ء جون	بختیار سین صدیقی مسلمانوں کا نظام تعلیم
۲	۲۰۰۲ء جولائی	ناکف سعید، حافظ نصاب تعلیم میں تبدیلی۔۔۔ اصل مسئلہ:-
۲۲۔۲۳	۲۰۰۳ء ستمبر	وصی مظہر ندوی حقیقت علم

۳۶۔۳۹	جنوری ۲۰۰۶	مہجعہ بھلکی ندوی	عربی زبان کی اہمیت
۳۸۔۳۵	ستمبر ۲۰۰۲	محمد زبیر، حافظ	درسین قرآن کے لیے خصوصی پدالیات
۴۲۔۲۱	مائی ۲۰۰۷ء	محمد یوسف جنوبی (بصرا)	قرآن و حدیث کی روشنی میں تعلیم و تربیت از حسام اللہ شریفی
۲	جون ۲۰۰۷ء	حافظ وحید	علم دین ☆
۶۳	مائی ۲۰۰۵	محمد یوسف جنوبی (بصرا)	مشائی استاد (حداول) از محمد حنفی عبدالجید
۴۲۔۶۱	ستمبر ۲۰۰۵	صبح اعلیٰ	اصحاح احزان احمد شیخ
۵۱	دسمبر ۲۰۰۶	درس علم و عرفان از مولا ناصر عبد القیوم حقانی	

### دعوت و تبلیغ

۳۸۔۳۷	جنوری ۲۰۰۳	تقویٰ: قرآن حکیم کی روشنی میں	محمد طیب خان
۳۸۔۳۳	فروری ۲۰۰۳	اعمال کے تمن و فتن [درس حدیث]	محمد یوسف جنوبی
۳۳۔۳۹	ماрچ ۲۰۰۳	منافقان اعمال [درس حدیث]	
۳۳۔۳۱	اگست ۲۰۰۳	فضیلت کے تمن کام	
۵۱۔۳۷	اکتوبر ۲۰۰۳	حیات مستعار کی قدر و قیمت	
۳۲۔۳۸	ماрچ ۲۰۰۵	فہل میں مدد کر کو؟ [قرآن فہم انسان کے لئے آسان کتاب ہے]	اکبر شاہ خان
۳۷۔۳۵	اپریل ۲۰۰۵	تکلی پھیلانا اور بدی مٹانا [درس حدیث]	محمد یوسف جنوبی
۳۶۔۳۳	مائی ۲۰۰۵	نجات کارستہ [درس حدیث]	
۳۸۔۲۵	اگست ۲۰۰۵	موت اور افلام میں خیر کا پہلو	
۳۶۔۳۳	فروری ۲۰۰۶	طبعی غیرت [درس حدیث]	
۳۲۔۱۵	ماрچ ۲۰۰۶	حیات دنیا کے حادث اور مومنانہ طرز عمل	نوید احمد انگلیسر
۳۸۔۳۳	ماрچ ۲۰۰۶	حکیمانہ نصائح [درس حدیث]	محمد یوسف جنوبی
۲	مائی ۲۰۰۶	بطور امتی ہماری ذمداداری	محمد یوسف جنوبی
۶۳۔۶۲	جولائی ۲۰۰۳	محمد یوسف جنوبی (بصرا) سامان سفر [اقاہات سید ابوالاعلیٰ مودودی] از یاسین حمید	

### صحافت اور شعر و ادب

۳۰۔۳۸	اپریل ۲۰۰۵	Nassihat [عاصاقبیل کی ایک نظم]	قاسم محمود، سید
۳۶۔۳۷	دسمبر ۲۰۰۶	"تحفظ حقوق نسوان ہل" یا "تحفظ فحاشی نسوان ہل"	جواد حیدر
۳۳۔۳۱	ماрچ ۲۰۰۷ء	زبان کی اہمیت [درس حدیث]	محمد یوسف جنوبی
۶۳۔۶۳	جولائی ۲۰۰۵	سہاہی اردو سائنس میگزین [ابو راز خالد القبائل یاسر	محمد یوسف جنوبی (بصرا)

۶۲۔۲۱	جنوری ۲۰۰۵	سای اسلام اکٹیویٹس میں از فرقہ اقبال خان	محمد یوسف جنوجوہ (مسما)
۶۲۔۲۱	جنون ۲۰۰۳	شر و بیاچہ مشوی مولانا ناروں المعرفہ رسالہ نائیں از یعقوب چنی	شروع دیباچہ مشوی مولانا ناروں المعرفہ رسالہ نائیں از یعقوب چنی
۶۲۔۲۳	اگست ۲۰۰۵	ہاتھ اتاری از جبیب الرحمن	ہاتھ اتاری از جبیب الرحمن
۶۱	جنون ۲۰۰۶	آئینہ انوار (مردخت) از سرو رکنی	آئینہ انوار (مردخت) از سرو رکنی
۶۲۔۲۳	اکتوبر ۲۰۰۶	ماہنامہ ساحل کراچی [مدیر: ڈاکٹر خالد علی انصاری]	ماہنامہ ساحل کراچی [مدیر: ڈاکٹر خالد علی انصاری]
۶۲	فروری ۲۰۰۷	اردو کادیتی ادب از بارون الرشید	اردو کادیتی ادب از بارون الرشید
۶۱۔۶۰	ماрچ ۲۰۰۷	ماہنامہ ذکریٰ نہیٰ دہلی کا "اسلام کا خاندانی نظام" نمبر	ماہنامہ ذکریٰ نہیٰ دہلی کا "اسلام کا خاندانی نظام" نمبر
۶۲	جولائی ۲۰۰۷	مجلہ اونچ بخاپ کالج آف کارمس، لاہور [مدیر: سہیل افضل]	مجلہ اونچ بخاپ کالج آف کارمس، لاہور [مدیر: سہیل افضل]

### اسلام اور سیاست

۳۶۔۳۱	جنون ۲۰۰۵	قرآن کا دستور اساسی	محمد تقی امنی
۶۲۔۲۲	ماਰچ ۲۰۰۷	اسلامی حکومت کا فلاحتی تصور از مولانا سعید الرحمن علوی	محمد یوسف جنوجوہ (مسما)

### اسلام اور اقتصادیات

۳۸۔۳۲	فروری ۲۰۰۵	تینک مقاصد کے لیے دولت کی طلب	محمد یوسف جنوجوہ
۵۳۔۳۹	اپریل ۲۰۰۵	یوسف القرضاوی اموال حرام کا مصرف نہیں ہے، ملکیت کا ستمل کیا جائے؟ [جبراں سید، بہبودی]	یوسف القرضاوی

### نظامِ عدل

۶۳۔۵۱	فروری ۲۰۰۵	سنن کی تشریعی حیثیت اور سزاۓ رجم	محمود الحسن عارف
۳۸۔۳۳	ماрچ ۲۰۰۴	فلسفہ کے بنیادی مسائل اور قرآن حکیم	یوسف سلمہ چشتی
۳۲۔۳۷	فروری ۲۰۰۶	اسلامی نظام تحریریات [اسلامی اور روی کوڑے کا فرق]	کرم الہی انصاری
۶	جنون ۲۰۰۶	عاطف و حید، حافظ حدود انشد اور حدود آرڈننس ہے	عاطف و حید، حافظ حدود انشد اور حدود آرڈننس ہے

### اسلام اور سائنس

۶۲۔۳۹	۲۰۰۳	زمین پر زندگی کا نظام الاوقات۔ ۳ [نہجۃ النشأة، سائنس سے تعلیمی، شیعی]	قاسم محمد سید
۶۲۔۵۷	اکتوبر ۲۰۰۵	کائناتی سائنس اور قرآن	سہیل زاہد

۶۳۔۶۲	ستمبر ۲۰۰۵	کائنات کی وحیتیں، قرآن کی نظر میں از علامہ شیخ طباطبائی	محمد زبیر (مسما)
-------	------------	---	------------------

### اسلام اور مغرب

۶	مارچ ۲۰۰۳	عکف سعید، حافظ دجالی تہذیب کا استیلاع اور ہمارا امتحان ہے؟	عکف سعید، حافظ دجالی تہذیب کا استیلاع اور ہمارا امتحان ہے؟
۶	اپریل ۲۰۰۳	معز کراہیان و ما ذمیت میں اہل ایمان کی ذمہ داری ہے؟	معز کراہیان و ما ذمیت میں اہل ایمان کی ذمہ داری ہے؟

۵۰۔۳۹	فوری ۲۰۰۵	جلال الدین عمری اسلام اور انسانی حقوق
۲	اپریل ۲۰۰۵	اسرار احمد، ذاکر "روشن خیالی" اور اسلام ☆
۱۳	جون ۲۰۰۵	یاکین بن مجاہد A Woman's Reflection on Leading Prayer
۶۱۔۳۵	جولائی ۲۰۰۵	غلام اللہ خان حقانی دور جدید کا علمی چیخ اور اس کا حل
۳۲	مئی ۲۰۰۵	عاطف وحید تاریخ کا سبب، اسلام اور مغرب کے تناظر میں ☆
۶۲۔۴۲	جولائی ۲۰۰۵	محمد یونس جنوبی (بسم) آخری صلیبی جنگ (حدائق چارم) از عبدالرشید ارشد
۶۲۔۴۰	جولائی ۲۰۰۴	جدیدیت کی لہر اور اس کے غصمرات از سمیر سالم
۶۳۔۴۳	ستمبر ۲۰۰۴	اسلام اور موسیقی از مولا نا ارشاد احمد اثری

### علم اسلام و عالم مغرب

۲	جنوری ۲۰۰۴	عاکف سعید، حافظ پاک بھارت تعلقات ☆
۲	جون ۲۰۰۵	اسرار احمد، ذاکر قرآن مجید کی بہ رسمی کا اہم پس منظر ☆
۶۲۔۴۱	ماਰچ ۲۰۰۵	محمد یونس جنوبی (بسم) امت مسلم کے موجودہ مسائل اور ان کا حل از صہیب سن
۶۲۔۴۱	اگست ۲۰۰۵	ورلڈ آرڈرز اور پاکستان از عبدالرشید ارشد
۶۲۔۴۲	ستمبر ۲۰۰۴	الاتبری سے ابو فریب جبل تک: اصل حقائق از علی آصف

### سیر و سوانح

#### سیرت الانبیاء کرام اللہ

۳۷۔۳۵	اگست ۲۰۰۴	احمد یاہر، حافظ اخلاق نبوت سے اکتباں فیض کی شرط اور علامت
۵۸۔۳۳	ماارچ ۲۰۰۵	محمد یونس جنوبی رسول اللہ ﷺ اور مقام عبیدیت
۳۔۲	جولائی ۲۰۰۵	عاطف وحید، حافظ حکمتِ نبوی ☆
۱۱۔۳	اگست ۲۰۰۵	اسرار احمد، ذاکر نبی اکرم ﷺ بیہیث نتظم
۳۸۔۳۲	جنوری ۲۰۰۶	محمد یونس جنوبی حوض کوثر [درس حدیث]
۳۰۔۳۷	مئی ۲۰۰۶	اؤسہ حسنی کی اہمیت [درس حدیث]
۳۶۔۳۳	جون ۲۰۰۶	رسول اللہ ﷺ کی روحاںی قوت [درس حدیث]
۳۲۔۲۹	ستمبر ۲۰۰۶	نبی اکرم ﷺ کی تین وصیتیں
۶۱۔۵۱	جنوری ۲۰۰۷	محبوب احمد خان حضرت ابراہیم اللہ
۶۳۔۶۲	جنوری ۲۰۰۷	محمد یونس جنوبی (بسم) سیرت النبی ﷺ کے عقلف پر بلوں پر محققانہ قول فیصل از محمد حمید فضلی
۶۱	جون ۲۰۰۵	محمد یونس جنوبی (بسم) جمال محمد ﷺ کا دربار مظرا از مولا نعبد القیوم حقانی

۶۰	۲۰۰۵	اگست	محمد یونس جنوبی (بصرا) رونے زیبا کی تابانیاں از مولانا عبد القوم حقانی
۶۳	۲۰۰۶	جنوری	نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم از ذاکر فضل الہی
۶۳	۲۰۰۶	ماрچ	آفتاب نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں از مولانا عبد القوم حقانی
۶۲-۶۱	۲۰۰۶	جون	محبوب خدا ﷺ کی ولادا دا سیں از مولانا عبد القوم حقانی
۶۳-۶۲	۲۰۰۶	اکتوبر	شاہ کوئین ﷺ کی خیرادیاں از مولانا محمد عبد المعبود

### شخصیات

عبد الرشید عراقی	امام سعیی بن آدم
	فضیل بن عیاض
	امام وکیع بن الجراح
محمد طاہر	حافظ احمد یار، قرآن کا عالم و خادم
محمد ارشد عمری	قیاع نار کا عقیدہ اور امام ابن تیمیہ و ابن قیم کا عقیدہ
محبوب احمد خان	فہم قرآن - شاہ ولی اللہؑ نظر میں
محمد ذکوان ندوی	مولانا عبد اللہ عباس ندوی کی وفات
محمد امین الاڑی	البُشَّرُ بن عمر رضیہ کا واقع۔ حقیقت اور افسانہ
محبوب احمد خان	وارثین کتاب اللہؑ کے تین گروہ

محمد یونس جنوبی (بصرا)	حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور ان علاویت کا سرحد از محمد حمید فضلی
۶۳	سوائی شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینی از مولانا عبد القوم حقانی سی کی ۲۰۰۷
۶۳	مکتبات افغانی (مشنحق افغانی) از مولانا عبد القوم حقانی
۶۳	مکتبات افغانی (مشنحق افغانی) از مولانا عبد القوم حقانی
۶۲-۶۳	امام شاہ ولی اللہ اور ان کے افکار و نظریات از عطاء الرحمن قادری
۶۳-۶۲	حیات نیکم (عائمه اندیشیم) از حکیم راحت نیکم سہروردی
۶۳-۶۳	تذکرۃ الصنفین المرورف پڑاجم العلماء از محمد عثمان القاسمی
۶۳	جال انور (سوائی علام انور شاہ کوشیری) از عبد القوم حقانی
۶۲-۶۱	ان خلدون (جیات شخصیات) از عبد اللہ عینان [جزم: تراکیہ افغانی]
۶۲	المسنفات فی الحدیث عیاشی از محمد ربان کلوجی

### ذکر کرے

محمد یونس جنوبی (بصرا) تذکرہ فہرست و دریب از حسام الدین شیرازی

۶۲

### اقبالیات

۵۵۔۳۱	فروری ۲۰۰۳	یوسف سلیم چشتی	اقبال اور وحدت الوجود
۳۸۔۳۱	اپریل ۲۰۰۵	یوسف سلیم چشتی	علامہ اقبال کا پیغام
۳۰۔۳۸	اپریل ۲۰۰۵	قاسم محمد، سید	نیخت [علماء اقبال کی ایک نظر]
۲	فروری ۲۰۰۴	عاطف وحید	فلکِ اقبال تقدیم کی زندگی ☆

محمد یوسف خجور (مسما) مثالی استاد (مع اقبال کے تطبی نظریات) از حافظ مجتبی احمد

### قرآن اکیڈمی [ادارہ جاتی سرگرمیاں]

مصنفوں اور اسکرپٹ	Round Table: of foreign intellectuals with Dr. Israr Ahmed	تاریخ	عنوان
خالد محمود خضر	بین الانقوای و انشوروں کی لاہور آمد☆	۲۰۰۳ فروری	
عاصف سعید، حافظ	قرآن اکیڈمی لاہور میں شعبہ تحقیق اسلامی کا قیام☆	۲۰۰۳ مئی	
خالد محمود خضر	اسلامی تحقیق کا مفہوم اور عصر حاضر میں اس کا تقاضا	۲۰۰۳ جون	[قرآن اکیڈمی میں شعبہ تحقیق کا قیام]☆
انوار الحق چودھری	اسلامک جرزل نائج ورکشاپ	۲۰۰۳ اگست	
خالد محمود خضر	رجوع الی القرآن کو رس میں نئے داخلے☆	۲۰۰۳ ستمبر	
خالد محمود خضر	منتخب نصاب کے سلسلہ دروس کی بحیثی☆	۲۰۰۳ دسمبر	
محمد عالمیاں	سالانہ روپرث مرکزی انجمن و فنکلک انجمنیں	۲۰۰۳ دسمبر	
خالد محمود خضر	صدر مؤسس کا دورہ بھارت☆	۲۰۰۴ جنوری	
انوار الحق چودھری	خیر شکم من تعلم القرآن و علمه [ایک سالہ کو رس کا اختتام]☆	۲۰۰۴ جون	
عاصف سعید	قرآن کالج - ایک منفرد تعلیمی ادارہ☆	۲۰۰۴ اگست	
عاصف وحید، حافظ	رجوع الی القرآن کو رس میں نئے داخلے☆	۲۰۰۴ ستمبر	
خالد محمود خضر	سالانہ روپرث مرکزی انجمن خدام القرآن و فنکلک انجمنیں دسمبر	۲۰۰۴ دسمبر	
عاصف وحید، حافظ	رجوع الی القرآن کا فکری اور سیاسی پہلو☆	۲۰۰۵ اپریل	
	رجوع الی القرآن کو رس پارٹ ۱ میں داخلے☆	۲۰۰۵ اپریل	
	رجوع الی القرآن کو رس پارٹ ۱ میں نئے داخلے☆	۲۰۰۵ ستمبر	
خالد محمود خضر	سالانہ روپرث مرکزی انجمن و فنکلک انجمنیں ۲۰۰۵-۶	۲۰۰۵ دسمبر	
	حکمت قرآن		
خالد محمود خضر	زیر نظر شمارہ ۲	۲۰۰۶ اگست	
خالد محمود خضر	زیر نظر شمارہ ۲	۲۰۰۶ اکتوبر	

۲	۲۰۰۵	مئی	عاطف وحید، حافظ زیر نظر شمارہ ☆
۳۲	۲۰۰۶	جولائی	زکوٰۃ۔ فی بَنِی إِسْلَامِ کی مادا رسائلہ تسلیک [اشاعت خصوصی] ☆
۲	۲۰۰۶	دسمبر	حکمت قرآن کے اجرائی ملود جوبلی ☆

متفرقہ			
۳۶-۲۶	۲۰۰۳	جنوری	اگر رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں ہوتے؟
۳۶-۳۵	۲۰۰۴	دسمبر	قرآن حکیم شہد، کوششا قرار دیتا ہے یا راکل جیلی، کو؟
۳۳-۳۲	۲۰۰۴	اکتوبر	ایک مکتب (از طرف مشائیخ احمد) کا جواب ]
۳-۲	۲۰۰۵	فروری	کیا مسقاۃۃ اور صواع، متراویف الفاظ ہیں
۲	۲۰۰۵	ماہر	اسرار احمد، ڈاکٹر
۵۶-۳۳	۲۰۰۵	اکتوبر	ایک مکتب (از طرف مشائیخ احمد) کا جواب ]
۳۳-۳۲	۲۰۰۶	ستمبر	اطaf (وحید، حافظ از ربا آخر چیزی زاید؟ فتن! ☆)
۵۵-۳۷	۲۰۰۶	فروری	حکمت دین کی اساسات ☆
۲	۲۰۰۶	اپریل	محمد زبیر
۶۳-۵۱	۲۰۰۶	جون	مصاحفہ ٹھانیہ: ایک تاریخی اور ارثقلائی جائزہ
۶۳-۵۰	۲۰۰۶	جولائی	محمد یونس جنوبی
۶۳-۵۲	۲۰۰۶	اگست	دولت مندا کا خسارہ کیا ہے؟ [درس حدیث]
۲۸-۳۳	۲۰۰۷	تمبر	محمد خبیر ہکل
۳۰-۳۷	۲۰۰۷	دسمبر	چہاد اور قیامت [متربجم: عجم علی]
۵۹-۳۱	۲۰۰۷	دسمبر	عاطف وحید
۶۳	۲۰۰۷	فروری	چڑا کار است [لوگوگری] ☆
۶۳	۲۰۰۷	جنوری	عمران حیدر
۶۳-۵۰	۲۰۰۷	جولائی	اسلام اور فتن تیر-۱
۶۳-۵۲	۲۰۰۷	اگست	اسلام اور فتن تیر-۲
۶۳-۵۳	۲۰۰۷	دسمبر	اسلام اور فتن تیر-۳
۶۳-۳۳	۲۰۰۷	تمبر	در حسین سیان
۶۱-۶۰	۲۰۰۷	ستمبر	الملود کا تعارف [سیدود بیوں کی "مقدس" کتاب]
۶۲	۲۰۰۷	جنوری	محمد یونس جنوبی
۶۲	۲۰۰۷	ستمبر	حقیقی مسلم [درس حدیث]
۶۲	۲۰۰۷	فروری	یحییٰ اشرف عبدالمغارب جماعت سازی کی ضرورت اور اس کی بنیادیں
۶۲	۲۰۰۷	جنوری	محمد یونس جنوبی (مسما)
۶۲	۲۰۰۷	ستمبر	اردو کادمی ادب از ہارون الرشید
۶۲	۲۰۰۷	جنوری	محمد یونس جنوبی (مسما)
۶۲	۲۰۰۷	ستمبر	خیالوں کی مہک از عقیق الرحمن صدقی
۶۲	۲۰۰۷	جنوری	محمد یونس جنوبی (مسما)
۶۲	۲۰۰۷	ستمبر	ہرمجدون (Armageddon) از ایمن محمد جمال الدین
۶۲-۶۳	۲۰۰۷	مئی	مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات از ایمان احمد
۶۲-۶۳	۲۰۰۷	مئی	زیارت، زخم اور زندگی ازاً صفحہ محمود جاہ



# تعارف و تبصرہ کتب

تبصرہ نگار: محمد یونس جنوجوہ

نام کتاب : قرآن کا معجزہ

مصنف : محمد متولی الشعراوی

مترجم : پروفیسر ڈاکٹر محمد سید الحسنات

ضخامت: 200 صفحات، قیمت: درج نہیں

ملے کا پتہ: انجمن خدام القرآن سرحد پشاور

یہ کتاب "معجزہ القرآن" کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب عربی زبان میں ہے جو مشہور مصری عالم محمد متولی الشعراوی کی تصنیف ہے۔ محمد متولی الشعراوی مصر کی ممتاز علمی شخصیت تھے۔ عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ بعد ازاں وزیر اوقاف مقرر ہوئے۔ یہ منصب چھوڑ کر پھر علمی کاموں میں مصروف ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے دیگر بہت سے معجزات ہیں، مگر قرآن کا اعجاز صریح اور مین ہے۔ اسی حقیقت کو اس کتاب میں اجاگر کیا گیا ہے۔ کتاب درج ذیل آٹھ فصول پر مشتمل ہے:

(۱) مججزہ کیا ہے؟

(۲) مججزہ قرآن یہ دوسرے مجزوں سے کیسے مختلف ہے؟

(۳) قرآن مجید کا الغوی مججزہ

(۴) قرآن مجید میں بلاغت

(۵) قرآن مجید میں تناقض و تضاد؟

(۶) قرآن اور کائنات کے قوانین

(۷) قرآن مجید نے غیب کے پردے چاک کیے

(۸) اللہ تعالیٰ پاک ہے

قرآن مجید کے بجزانہ پہلو کے بارے میں شائقین کی تشقی کے لیے اس کتاب میں خاصا مواد موجود ہے۔ نیز مگرین کے اعتراضات کے مکت جواب بھی دیے گئے ہیں۔ ۰۰

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی  
عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

# سانکھہ کر بلا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
مناقب اور آپ کی مظلومانہ  
شہادت کے بیان پر جامع تایف

# شہیدِ مظلوم

- یہود نے عبد صدیقؓ میں جس سازش کا بیچ بولیا تھا، آتش پرستان فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنادیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتل خلیفہ ثانیؓ ابولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتفعؓ کی طرح حضرت حسینؑ بھی قاتلین عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو بخشنے کے لئے

بانی تنظیمِ اسلامی

## ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مکمل فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں  
کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت

اشاعت خاص: 50 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدامِ القرآن لاہور

36 - کے مازل ناؤں لاہور فون: 3-5869501

email: mакtaba@tanzeem.org

